

اِنَّ عَلٰی صَلَواتِ اللہِ عَلَیْہِا سَلَامٌ فِی سَمْعِہِ اَنْ اَقِمُّوْا کُلَّ ذَا فَانْصَحُوا لِقَوْلِہِا بِیْنَہِا
(روایاتی)

اِقْمِ کَلَامُ فاطمہؑ کا ہوا عقد فاروقی سے بلا اکراہ
ہے دلیل محبت والفت محمدؐ و مرتضیٰؑ کی رشتہ
علیہؑ فاطمہؑ سے تھا یہ کاری علیؑ اس سے نافذ ہو کر کیلئے شیعہ
الحمد للہ کہ سال نمبر ۱۳۰۹ - الموسوم بہ

اجتہاد المختوم

حل عقد ائمہ کا شوم

از اشاعت قلم بلاغت رقم سید مظہر حسین صاحب بی اے فنی فاضل
جس میں کتب معتبرہ شیعہ و سنی سے ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ کی
وہابیہ اکثر سیدہ ائمہ کا شوم فاطمہؑ کا نکاح نہایت منہ و محراب میں نہایت عمدتاً
سے پریشانہندی و فحشین ہوا۔ نیز ان تمام و سادس کا بھی جو جہ اسن رو کیا جو
چھ چودھویں صدی کے رد و انقضائے اپنی اصلاح اربعہ کو پس پشت ڈال کر نکاح
کے متعلق پیش کیا کرتے ہیں

بمقریب عبید میلا و البشی صلعم ۱۳۰۹ھ

دائرۃ الاسطلاح لاہور نے باقاعدہ اہل سنت و جمہور کو مفت تقسیم کیا

مطبوعہ دار الفکر لاہور

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

وسایحہ طبع ثانی

قرآن السعیدین شائع کئے ہوئے ہا سال سے زیادہ گزر گئے ہیں۔ اس عرصہ میں ہندی شیوا نے کئی بار سرکاری طور پر شائع کیے مگر طبع ام کلثوم کے مندرجہ ذیل مسئلہ پر دستم آٹھنے کے انہیں کبھی جرأت نہیں ملی۔ یہ یقین ہے کہ قرآن السعیدین کا سارا ذکر کر کے وہ دل سے اس کتاب کی واقعیت کے قائل ہو گئے ہیں۔ یہ اور بات ہے کہ تعصب و فرقہ بندی کی قید اور کٹھن حق کی نگاہ انہیں حق کوئی سے نہ دے سکے ہوئے ہے۔ ورنہ ممکن نہ تھا کہ وہ قریب کر کے داماد علی المرتضیٰ حضرت امیر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ کے فلاسوں میں داخل نہ ہو جاتے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو القاسم زبان سے معلوم ہو گیا تھا کہ گبران و جوسیان ایران اپنے آتش کدوں کی تباہی پر دانت پیستے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لباس میں جیسے دل کے پھپھوٹے پھوڑے لگے۔ اور بعض دفعہ تعصب سے طمع طرح کے بے سرو پا قیے جوڑ لگے۔ اس نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت مرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے خواستگاری ام کلثومؑ کی اور انہیں طہار پر راقی کر دیا۔ مگر دشمنان دین غیور خسر کے محب کہلاتے تھے مگر بیل اللہ و داماد کی بدگونی پر زبان کھولیں تو ان کی محبت اہل بیت علی رضی اللہ عنہ کی قلبی کھل جلتی۔ اور وہ فہمت الذی کفر کے مصداق نظر آئیں۔ لکن گو عقدا ام کلثوم رضی اللہ عنہا روافض کے لئے ایسا سخت واقعہ ہے جو ان کے تمام تعصبات کو جو وہ حضرت فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ سے دیکھتے ہیں بیخ و بن سے اکھاڑنے والا ہے۔ اس مسئلہ پر بحث کو ان کیلئے زندہ درگور ہونے کا مترادف ہے۔ اسلئے وہ آئیں بائیں شاہین کر کے اس بحث سے کنارہ کش ہو جاتے ہیں۔ مگر ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بھگانے کے لئے لاجول کی تاثیر دیکھنا ہے۔ مسلمانوں کو ہمیشہ اسی اختیار سے کام لینا چاہئے۔ کان کی جلدات ملیج و لکھور کا ہنوس دستیاب ہو سکتی ہیں۔ ان کو شکست دینے کیلئے کافی ہیں۔ انہی سے ان کا تلافیہ تنگ کرنا چاہئے۔

سیدنا عمر فاروقی اعظم رضی اللہ عنہ اور سیدنا ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا طہار ان تمام جھوٹے قصوں کی نگاہ سے کھلے کافی ہے۔ جو روافض نے حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے ہاتھ کی دشمنی ثابت کرنے کیلئے تصنیف کر رکھے ہیں۔ کوئی شیخی مجتہد جو اپنی کتب احادیث سے واقف ہو اس کتاب سے انکار نہیں کر سکتا۔ ان حضرت علی رضی اللہ عنہ و شیعہ فدا پر یہ اتہام لگا سکتا ہے کہ انہوں نے ڈاکو یا قیدی سے اخراج فرما دیا۔ مگر یہ قول اس عند دلی کا منظر ہو گا جو شیخ جناب مرتضیٰ سے دیکھتے ہیں۔ کچھ حدیث کا ایک شیخ صاحب غشی محضات الدین صاحب عمریٹ کی محبت بناب غیر احمد خاں صاحب اپنے لاہوری مجتہد کے پاس کافی سے یہ طہار ثابت کرنے کیلئے گئے۔ مگر صاحب نے اپنے کشمیری بھائی مجتہد کو امام غائب کی مصدقہ کتاب سے وہ تمام حوالے نکال کر دکھا دیئے جو کتاب طہار میں نقل کئے گئے ہیں۔ اولیٰ الفتوح غصبنہا طہار کے مجتہد صاحب نے فرمایا کہ چھپنے میں غلطی سے ضل کی جگہ میں لکھا گیا ہے۔ درست غصبنہا ہے۔ جس کے سنی آپ نے کیا ہی درست بتائے کہ یہ پہلی دفعہ لکھی بات ہے۔ جس سے ہم غصبنہا کو ہوتے ہیں۔ بقیہ صاحب نے کہا بہت خوب اس گندی بات کو نظر انداز کر دیں۔ اور دوسرا حوالہ ملاحظہ کریں۔ جس میں بداد و غایت حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اپنی بیٹی ام کلثوم کو حوث گزارنے کے لئے گھسے آنے کا ذکر ہے۔ اور تیسری اصول کافی میں بروہ دوسری والی حدیث بھی ملاحظہ کریں۔ جس سے آپ کے خلیل صاحب بقول حضرت علی رضی اللہ عنہ طہار ام کلثوم رضی اللہ عنہا دیتے ہیں۔ مجتہد صاحب نہ دیکھ کر بیہوش ہو گئے۔ اور کھسے یا نہ ہو کر فرماتے تھے کہ کافی منہجاری بخاری کی طرح صحیح کتاب نہیں ہے۔ ہم اس کو نہیں ملتے۔ اس میں کئی حدیثیں چھوٹی ہیں۔ اور کئی تفسیر کی ہیں۔ کہیں تم نے نہیں کافی پڑھتے پڑھاتے دیکھا ہے۔ مگر صاحب نے کہا کہ پھر آپ کی کوئی مذہبی کتاب قابل اعتبار ہوئی۔ قرآن نزو و امام غائب۔ کتب احادیث ناقابل اعتبار مجتہدین کے اقوال مات المفتی مات الفتویٰ کے فیصلہ کے مطابق بیکار ہیں کوئی آپ سے کس اصول پر گفتگو کرے۔ مجتہد صاحب نے فرمایا ہم مجتہد ہیں۔ ہم جو کہیں ہی شکیک ہے۔ وہ ابواب کیا مذہب ہے۔ کہ کوئی کتاب قابل استناد نہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ واقعہ نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا شیعوں کے لئے سو اونی جان ہے۔ اس لئے وہ

قرآن و حدیث اور فقہ کو جھٹلا دیجئے۔ مگر اس واقعہ کو تسلیم نہیں کریجئے۔ کیونکہ اس سے
ان کے دل پانی مٹا ہے۔ اور انہیں کے اصول کے مطابق نہ مٹانے سے بہتر کچھ
دانا بتاتے ہیں۔ انہیں حضرت عمرؓ کو جناب علیؓ پر فقیہیت دینی پڑتی ہے
مگر چونکہ ہونا تھا ہر چکا۔ اب ان کے انکار سے کیا ہو سکتا ہے۔

گیا ہے سانپ نکل اب لکیر چٹا کر

سید مظہر حسین صاحب لی لے لٹنی نائل نے جس جانتا ہے اور عرق
ریزی سے سکہ عقد آہ کلثوم دعا کو مل فرمایا ہے۔ وہ انہی کا جھوٹا جواز ہے
ان کی لا جواب کتاب قرآن السعدین نے چھٹ ہی ردافض کی زبان بند کر رکھی
ہے اور یہ نقاش نقاش ثانی بہتر کشتہ ز اول کی مصداق تالیف ان کے
لئے اور بھی دنان بند و لب و زنا بیت ہوگی۔ انشاء اللہ العزیز۔

دائرة الاموال لا دور

دی جسے صفدر نے بیٹی تو اسے دگایاں

عہد فاروقی میں قوم بن تقیہ سے بنا	رافضی ادل میں ہے جو مشرکین بغض میں
دشمن و ابا و بی تو اسے پہنچا بھی محب	یہ تو ہے حج شیعین نے پڑا ذکر و فرس
حب جیدہ بغض فاروقی ایک ل میں مج ہو	ہے چہار گیارہ ص کو تو نے بغیر عرس
اسی جسے صفدر نے بیٹی تو اسے دگایاں	قابل لغت ہے کسی رافضی تیری یہ تو میں
لغوت اشنام کو سمجھا ہے تو کار ثواب	ذکر ہوا نام تیرا بھی مثل شیخ طوس
ذکر سے جائیں دوزخ میں مانگ کھینچ کر	تن کے ڈبے سے جو نکلتے تیری کھربا
دشمن و ابا و جیدہ رافضی تب سے بنا	جبکہ ایران میں لے کر آئے تھے تھوس
جس بوجہ کسی کو کیا صہر علی نے تھا اہل	یہ تو اس کے قوم فرور کو تو گم ہوس

دور ایمان ہے تو بن فاروق اعظم کا مقام
وہ ہم سمجھیں گے تو ہے زحیٰ جہاں میں

روافض کی حق پوشی و بل پوشی

امیر المؤمنین امام المتقین و الامار اول فاروق اعظم زینت النبیر و المحراب سیدنا
عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سوانح زندگی کا سب سے دلچسپ و دلکش جو
سطح پر میں ظہور پذیر ہوا۔ آپ کا نکاح سیدہ مطہرہ حضرت آہ کلثوم رضی اللہ تعالیٰ
عنہا سے تھا۔ حوا میر المؤمنین امام المتقین مظہر العجاہب و الخراب اسد اللہ انالعب علی
ابو ابی طالب کرم اللہ وجہہ کی صاحبزادی اور حضرت طاہرہ سیدۃ النساء طاہرۃ الثریا حضرت
قائے عنہا کے بطن مبارک سے تھیں۔ اس قرآن السعدین کے واقع کو قرون اولیٰ میں اور
اس کے بعد بھی ایک مدت تک سائر مورخین و محدثین نے علی الثوار بیان کر کے اس
کثرت سے شہادت ہم پہنچائی ہے جو حق الیقین کا درجہ رکھتی ہے۔ اور دیکھنے کی چٹ
تمام عالم اسلام پر کا نقش فی الجہر ہویدا کر دیا ہے کہ یہ نکاح ہوا اور غریب ہوا ارکین
برقہ سے خذہ روافض نے جو اہلیت نبی صلی اللہ علیہ وسلم و اصحاب نبی صلعم کی دشمنی
میں بدلوئے دکھتا ہے اور اس حق کو پردہ لے کر تعصب و کذب میں مستور کرنے کیلئے
یگانہ روزگار ہے۔ مصلحتاً اس صداقت سے روگردانی شروع کی۔ اور یہ سکہ بدریج
تسزل کرتا ہوا موجودہ زمانے میں اس حد تک پہنچ گیا ہے۔ کہ ان کے لئے اس کا خیال
بھی موجب قہر و غضاب الہی ہے۔ اور باوجود اس واقعہ کی صحت کے وہ اسے ماننے کے
لئے تیار نہیں۔ کیونکہ اس حقیقت نے انہیں پاؤں آتش کر رکھا ہے۔ اور کباب آبا
انہیں کسی گرد و پیش میں نہیں پڑتا۔ اسلئے وہ اپنی انتہائی کوششیں اب اس امر میں صرف
کر رہے ہیں کہ اس صداقت اعظم کو مخفی اعلیٰ اور روایات کا ذہب کے ایک غیر مسلسل
و غیر مربوط روایات کی حسن و خفاشاک سے جن کے لا انتہا اناہوں پر وہ قابض ہیں
ڈالنے دیا جائے۔ ورنہ ان کے مذہب کی غیر نہیں۔ کسی جگہ تفسیر کی سپر استعمال
کی جاتی ہے۔ لیکن جب وہ دیکھتے ہیں کہ یہ راستہ کی تیغ نیز کا ایک وار بھی برداشت
نہیں کر سکتی تو حضرت امیر ان کے صبر و تحمل کی آڑ میں پناہ لینے کی کوشش

کی جاتی ہے۔ لیکن جب دلائل بھی گزریں ہیں تو عوام کو رطب کو نہ کہ خاطر حقارت
 آئمہ ذوالا احترام کے اقوال خود مساختہ پیش کئے جاتے ہیں۔ اور جب ان کا بھی تدار
 بعد بکھرتا ہو انفرادی آقا ہے تو ہر قوم مورخوں سے استعانت کی جاتی ہے۔ محدثین
 و مجتہدین کے اقوال و فتاویٰ کے لایینی و مضحکہ خیز تاویل میں کی جاتی ہیں۔ کوئی
 نکاح کا باطل نہیں کرتا ہے۔ کوئی حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا پر نیک انکار کرتا
 ہے۔ کوئی نکاح کا معتبر نہیں کہہ رہا ہے۔ لیکن بعد از نکاح ہمیشہ کی تردید کرتا ہوا بال کی
 کھال کھینچتا ہے۔ کوئی ایک بنیہ کو جو مشفق جلیل حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی حضرت عمر
 کے چہاں نکاح میں دیتا ہے۔ غرض ہر دافعی اپنی انگہ بانسری بھار رہا ہے۔ ہر فرد کا
 بُدا اتنا ہے۔ ہر متفلس کا نیا فسانہ ہے۔ لیکن صد حیف کہ حرف آور و پورا ہوتا
 نظر نہیں آتا۔ اسی سبب اشک و دماغ شب و روز محو عقل ہے۔ ہزاروں
 افسانے ایجاد کئے گئے۔ لاکھوں معنیات قرطاس سیاہ ہوئے۔ لیکن انجام سوائے کہ
 کہن کاہ پر آوردن کے اور کچھ نہ ہوا۔ اور کوئی حید و غدر اس معاملہ میں راست نہ
 ٹھہرا۔ اور حق بھی ہے کہ بقول سید المتکلمین نواب حسن الدردہ عن الملک مولوی سید
 محمد ہادی علیخان صاحب بہادر وزیر نواز جنگ دہلی نے کاغذ تحقیق کے بعد شہادت
 سے کہہ کر اور صحابہ کرام علیہم السلام کے شان خواہوں میں داخل ہو کر دافعی کے دروس
 ایامات بدینات تالیف فرمائی۔ جس کا کوئی معقول جواب شیخ نہیں دیکھ سکتا
 کسی معاملے میں ایسے حق اور زور نہیں ہوئے۔ جیسے کہ اس معاملے میں ہوئے ہیں۔ ایک
 اس انکار کو نہ ہونے کیلئے انہیں سو جھوٹ اور اختراع کر کے پیش کرنا کافور سوائے
 اس کے اور کچھ نہ ہوا۔ کہ ان ناوان و وسر نماؤں میں بھی ہمدردی
 خاندان رسالت کی عزت و حرمت کیلئے وبال ہو گئی اور منزل
 نبوی میں کوئی فرد و احد ان کے سفیانہ بہتان و افتراء سے نہ بچا سکا۔ اور قزاقان
 رسول صلعم کو بکمال مجبور ہی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ

من اذینک ان ہرگز نہ تامل کو یا من ہرچہ کہ آں آشت کرد
 اندر بی حالات ایک جماعت دافعی نے تو عرف انکار پر ہی انحصار نہیں کیا
 بلکہ اس اہم مسئلہ میں اپنی کتب معتبرہ اور مجتہدین و اکابر برگزیدہ کی عزت و احترام

کو بھی غور سے طاق لیاں بنا رکھا ہے۔ چنانچہ اس قبیل سے حکیم مولوی سید علی الطہر مصنف
 کٹر کثوم فی حل عقدا کثوم ہیں۔ جنہوں نے اس مسئلہ میں عجب عجیب و غریب
 کیا ہیں۔ اور برہم خود رو یا کو کوڑہ میں بند کیا ہے۔ لیکن خبیثیت یہ ہے کہ انہوں نے
 انکار و سبک دے دیا ہے شور کو روایات کا ذی وقفات باطلہ کی مٹھی بھر کر سے
 شیریں کرنے کی کوشش کی ہے۔ اور اُن احادیث و روایات کا جو بارہ عقد
 ام کلثوم بنت فاطمہ الزہرا اُن کی کتب معتبرہ و مستند میں موجود ہیں۔ اور جن کے
 اکابر و دافعی نہایت شد و مد سے مقرر ہیں اپنی کتاب میں ذکر تک نہیں کیا بلکہ
 برعکس ان تمام عقائد کے اہست و الجھٹ کی چند انصاف روایات کو فیکر اور
 ان کی غلط اسطو تاویل و تحریف کر کے عقلی ڈھکوسلوں سے صحیح واقعات کی پردہ
 پوشی کا ناخوشگوار فرض ادا اور چند صفحات کے معنوں کا بار بار اعادہ کر کے کتاب
 کو ڈھائی سو صفحوں پر تقسیم کیا ہے۔ اور بہت سی غیر متعلقہ باتیں درج کر کے اپنے
 نادر اعمال کی طرح ادراک سیاہ کئے ہیں۔ جن سے نہ تو اس مسئلہ پر کچھ روشنی پڑتی
 ہے۔ اور نہ ہی طایبان حق کسی تصفیہ نتیجہ پر پہنچ سکتے ہیں۔

مولوی سید علی الطہر کٹر کثوم کے صفحہ پر یوں رقمطراز ہیں بہر کیف بالاطاف
 و دیگر اول قویہ سے جو مابعد مذکور ہو گئے۔ خدا علیہ السلام اور اکابر اہل حق کا
 انکار کرنا اس واقعہ سے اور اس کو دروغ جاننا بنفسہ و دلیل بطمان واضح مذکورہ
 ہے۔ چہ جائیکہ اور دلیلیں بھی ہوں کیونکہ مشیدہ منکر ہیں۔ اور انکار کے لئے حاجت
 دلیل نہیں۔ اور اہل سنت مدعی و ائمہ علی المدعی پس بار شہادت ان پر ہے۔ اور شہاد
 مانع ہیں۔ واضح کے بارے میں خود اہل سنت کا قول ہے۔ مانع کو ضرورت دلیل
 نہیں۔ ہم اس قول کو بخوشی تسلیم کرتے ہیں۔ اور یہ بار اپنے ذمے لیتے ہیں۔ اور اسی
 لئے ہم نے تہیہ کر لیا ہے کہ اس عقیدہ نامرضیہ کے تصفیہ کے لئے دافعی کے سامنے
 خود اُن کے اُن کی تحویری دستاویزات بطور شہادت پیش کریں تاکہ وہ انہیں تسلیم
 نہ کریں اور غیرت دہیا کو کام میں لاکر جتو بھریانی میں ڈوب مریں۔ اور پھر جب آیت انکار
 مذکور ہے۔ کیونکہ اس سے بڑا حکم اور کوئے اولہ قویہ ہو گئے۔ جن کا حتم کوئی اعتراف ہو۔
 اور یہی طریقہ ہے کہ ہم درہنگو راہنما آتش باید رسانید کے فرض گراں سے بروجہ جس بیکاروشی

حاصل کر سکتے ہیں۔ رد افقہ کو اختیار ہو گا کہ اپنے اسلاف و اکا بر سے جو اس کتاب کے مضامین ہیں۔ جو سلوک چاہیں کریں یا ان محدثین و مورخین کو مقتول اپنے مذہب سے خداوند کریم کے انہیں بھی گنبد "نعم" میں داخل کریں۔ کیونکہ ان کا خدا۔ نبی مقرر آن اور امام کوہستہ سے ہم ہیں۔ اب اگر اس دفعہ احادیث و روایات کو ہم کو کہ مذہب کو بھی نابود کر دیں۔ تو یقیناً امت محمدیہ پر ایک احسان ظہیر کرینگے۔ ان کے لئے اللہ دنیا و آخرت میں اجر و ثواب کا وعدہ فرما کر اس اضطرار اور بد حال میں کے علم میں اپنے آخری مرحوم امین میر شاہ گوین ہیں۔ امید مستظر وہیں کہ امام آخر الزمان غار مرقن راک سے ظہور فرما کر ان سب کو آشکارا کریں۔ اور تا آنحضرت اہل حق کے مقابلہ و مقابلت کی ہرگز ہمت نہ کریں۔ کیونکہ آل کا ر بجز خداست و پشائی کے جو آج تک ان کے شامل حال رہی ہے اور کچھ نہ ہو گا۔

ماونہ ماؤ جان چہاں اختیار ہم نیک و بد حضور کو کھیلنے چاہتے ہیں
اب ہم ان اقوال مختلفہ و مخالفات مستندہ کی جانب رجوع کرتے ہیں جو کتب معتبرہ رد افقہ میں اس مبارک ازوداد کی نسبت منقول ہیں۔ اور رد افقہ کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ ان کا بنظر فاسطہ لہ کریں۔ اور پھر خدا اپنے مستخرین و موجودہ مجتہدین کی حسرت آفرین توجیہات باطلہ کو عدل کے ترازو میں دیکھ دیکھیں کہ پتلا کدھر چپک رہا ہے۔

ثبوت نکل از کتب رد افقہ

رد افقہ کے رئیس المحدثین شیخ الامام الحافظ ثقف الاسلام ابی جعفر محمد بن یعقوب کلینی رازی نے اپنی شہرہ آفاق کتاب فروع کافی جو رد افقہ کے نزدیک راجع ترین مجموعہ احادیث اور امام آخر الزمان کی مصدقہ کتاب ہے۔ اور جس پر امام موصوف نے صفحہ کافی تشدید حتمنا دیہ ہمارے شیعوں کے لئے کافی ہے۔ کہ ہر قیمت کر کے اسے نہایت ہی مؤثر و ممتاز بنا دیا ہے۔ اس کی جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ مطبوعہ ترکشور پر پری کھنڈ میں ایک غامض اب فی ترویج ام کلثوم نامہ صلیبہ اور متعدد احادیث جو کسی تاویل یا توجیہ کی شرمندہ نہیں بلکہ ہر دو دھ کا دودھ اور

پانی کا پانی کر دیا ہے۔ اور گنجائش تک نہیں چھوڑی کہ ایسی صورت احادیث پر کوئی اعتراض وارد ہو سکے۔ لیکن انہوں نے۔ کہ موجودہ زمانے کے عالم نما جاہلوں نے اس واقعہ سے انکار کرنے کی خاطر عجیب عجیب تلبازیاں لگائی ہیں۔ اور ان دھڑلے و لوگوں کی آنکھوں میں خاک جھونک کر ان کے متاع دین و ایمان پر ڈاک ڈالا ہے۔ اور ابھی گمراہی اور ضلالت کا چارہ عربہ اس لئے کیا ہے۔ کہ ان کے مذہب کا شکوک و شبہات کو مٹانے کے لئے یہ لایقینا ان کے لئے خدا کے ان مروجہ ہے۔ چنانچہ ہم ان احادیث کو ستر ترجمہ و تفسیر میں کرتے ہیں۔

حدیث اول امام غائب کی مصدقہ کتاب ہے

(۱) باب فی ترویج ام کلثوم۔ علی بن ابراہیم عن ابیہ عن ابی عمیر عن شہاب بن مسلم و حسان بن نضر عن ابی عن ابی عبد اللہ علیہ السلام فی ترویج ام کلثوم فقال ان ذلک قد خرج غصبنا (باب ترویج ام کلثوم کے۔ حدیث بیان کی مجھے کہ علی بن ابراہیم نے اس نے بیان کی اپنے باپ سے اس نے بیان کی ابن ابی عمیر سے اس نے بیان کی ہشام بن سالم و حماد سے ان دونوں نے بیان کی زرارہ سے اس نے بیان کی ابی عبد اللہ علیہ السلام سے بیچ نکل ام کلثوم کے پس کہا انہوں نے تحقیق وہ ایک فروع ہے جو چھپائی گئی تھی۔ حضرات رد افقہ اس حدیث پر انکار نظر کریں اور دیکھیں کہ مکرین کے سینہ پر کینہ پر یہ حدیث کس طرح نشتر بن کر مصروف ہجراحت ہے۔ امام صادق نے اس نکل کا اقرار کیا ہے۔ خواہ وہ بوجہ واکراہ و توجہ پذیر ہو خواہ بطیب خاطر۔ طائیفی نے قید و صحت اسناد اس کو بیان کیا ہے اور اس کے وقوع کا مقرر ہے۔ لیکن باوجود اس روشن دلیل کے متاخرین رد افقہ کا اس سے انکار کرنا اور اپنی کج خیالی سے اس کا تذبذب کی سی بیدہ آفتاب کو کھت و مست سے پوشیدہ کرنا ہے۔

خیال زلف دو تائیں تفسیر پیشا کر گیا ہے سانپ نکل اب کلید پیشا کر
بعض تعصب رد افقہ نے لکھا ہے کہ یہ نکل ان کے اکابر نے فراموش کر دیا ہے
لیکن کیا کوئی شخص ایک لکھنے بھی اس حماقت کا قائل ہو گا کہ یہ حدیث بدو و فریت

کے بیان کی گئی جو یا احتمال کا کوئی پتہ اس میں موجود ہو۔ اگر تمام احادیث کا اسی زاویہ
 سے مطالعہ کیا جائے تو پھر خدا معلوم تاریخ و سیر میں کوفہ واقعہ قابل تسک
 باقی رہ جائیگا۔ لیکن یہاں تو گراہ چست والا معاملہ ہے۔ ردافض کیا کریں اور
 کسی طرح اپنے مذہب کے تار و پود کو بچھرنے سے بچائیں نہ جائے رفق نہ پاسے
 مانعن والا معاملہ ہو رہا ہے۔ امام کی تکذیب ہوتی ہو تو جو۔ انکار پر غلط بیانی کا
 الزام آنے تو ان کی بلا سے لیکن یہ اپنے غضب سے باز نہ آئینگے۔ اور برابر مٹی
 کی ایک ٹانگہ مارتے جائینگے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

حدیث دوم امام آخر الزمان کی تصدیق کردہ کافی سے

دوسری حدیث جو اسی باب میں ماکلینی نے قلمبند کی ہے۔ وہ حدیث مشکوٰۃ
 سے بھی زیادہ متن اور واضح ہے۔ اور فضیلت کے ڈھکوسلے کا بھی قطع و قطع کر دیا
 و جو ہذا صحیح بن ابی عمیر عن ہشام بن سالم عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قال لما خطب الیہ قال لا یر المؤمنین انھا صبیۃ قال فقلی العباس
 فقال لا عالی الی ابی ہاشم فقال وما ذاک قال خطبت الی ابن اخیات
 فاردنی اما والیہ لا عودت نہ ہر فلا ادع کلمہ مکرمۃ الاھل متھا
 ولا قیمن علیہ شاھدین باندہ سوق ولا قطعین بمینہ فانا الی العباس
 فاجبرہ وسمالہ ان یجعل الیہ فاجعل الیہ۔ حدیث بیان کی محمد بن ابی عمیر
 نے ہشام بن سالم سے اور اس نے عبد اللہ علیہ السلام سے کہ جس وقت خطبہ کیا و حضرت عمرؓ
 نے اس حدیث کو روایت سے کہا اس کے لئے امیر المؤمنین نے تحقیق وہ صغیر سن ہے۔ کہا
 یہ ملاقات کی و حضرت عمرؓ نے اس (عباس) سے کیا ساتھ میرے کوئی ڈوبے۔ پس کہا و حضرت
 عباسؓ نے کہا یا ابی ہاشم کہ حضرت عمرؓ نے خطبہ کیا میں نے تیرے بھتیجے (علیؓ) سے کہا
 نہ کرو یا اس نے مجھ کو۔ تم اللہ کی البتہ ضرور روٹاؤ لگاؤ و نرم کو اور نہیں چھوڑو لگاؤ تمہارے
 لئے کہ حق عزت اور قائم کرو لگے۔ اس امر پر دو گواہ اس طریقہ سے کہ یہ جو یہ کیا گیا ہے اور
 کھاؤ لگاؤ و ایسا لاقہ چور کا پس آئے حضرت عباسؓ اس کے و حضرت علیؓ نے اس اور نہیں
 مطلع کیا۔ اور سوال کیا و حضرت عباسؓ نے اس حدیث علیؓ سے کہ کورسے اس امر کو

طرف اس حدیث عباسؓ کے۔ پس کہ آیا حضرت علیؓ نے اس امر کو طرف اس حدیث
 عباسؓ کی؟

اس حدیث میں علویوں غضب کی تشبیہ کر دی گئی ہے۔ اور تمام واقعات مشابہت
 ام کلثومؓ بیان کر دیے ہیں۔ حضرات ردافض کے کاسہ و ماراں ہیں چونکہ یہ شوش و لگائی
 کہ صاف اور تمام اصحاب اہل علم کا مصیب تھے۔ جیسا کہ انہوں نے غلامت۔ مذکورک۔ شمس و
 جن فاطمہؓ و زینہؓ کے ساتھ یہ کیا۔ اسلئے جو چیز بھی بہ عنایت پر وہ گواراں کو نام نہائی
 یہ فرقہ بھصداق ساون کے اندھے کو ہر اسی سو جھٹتا ہے۔ غضب کے تحت
 یہ تشبیہ کرنے کا عادی ہو گیا ہے۔ خواہ اس میں حضرت علیؓ اور اہلبیت کی تندیوں جو
 یا آنکہ کرام پر الزام آئے پر یہ اپنی و حق کے ایسے کہتے ہیں کہ انہیں کچھ پروا نہیں۔ اور
 مجبوراً نہ طور پر وہی حرف رشتے چلے آتے ہیں جس نے انہیں عداوت مستقیم سے پہنکا کر
 ابھی طعنت و گمراہی کے تحریر عمیق میں ڈال رکھا ہے۔ اس حدیث میں نکاح کی
 فہم واری تمام تر حضرت عباسؓ پر حاکیہ چوتی ہے۔ اور ختمنا استسباب کیا گیا ہے
 کہ حضرت علیؓ نے اس نکاح سے خوش نہ تھے۔ حضرت عباسؓ نے نہایت جبر و سختی سے
 کام لیکر خلاف مرضی امیر المؤمنین پر نکاح کر دیا۔ حضرت علیؓ نے جس وقت یہ محفل
 کا خطبہ کیا گیا تو صغیر سن کا مقرر پیش کر کے خلیفہ ثانی کی درخواست کو مسترد کر دیا۔
 اور بعد اس کے اس معاملے میں کوئی حسمہ نہیں لیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے حضرت امیر
 کے انکار کو اپنی شان کے منافی خیال کرتے ہوئے حضرت عباسؓ کو تہدید فرمائی۔ اور تمام
 بنو ہاشم کو ڈانٹ بتائی جس سے حضرت عباسؓ نے نہایت ہی خوفزدہ ہو گئے۔ اور اپنی اور
 تمام خاندان رسالت کی ممانعت اسی میں سمجھی کہ حضرت علیؓ سے یہ معاملہ اپنے ہاتھ میں لے کر
 اسے پایہ تکمیل تک پہنچا دیں۔ مگر المراد۔ وہ الزامات جو اس حدیث میں بالواسطہ یا
 بلا واسطہ حضرت عمرؓ اور حضرت علیؓ کی ذات پر عائد کئے گئے ہیں۔ ان کا ذکر تو ہم آئندہ
 اوراق میں کریں گے۔ یہاں صرف یہی دکھانا مقصود ہے کہ یہ نکاح ہو کر اور ضرور ہوا۔
 کیونکہ دشمن بھی اس کا معترف ہے۔

حدیث سوم جس میں زوج ام کلثومؓ کی امانت دیانت کی بھی تعریف

۱ باب مذکورہ الفدر کے ضمن میں عائلی نے ایک اور باب اس بقعہ کے متعلق تھوین
 کیا ہے۔ اور ایک اور حدیث اسی مطلب کی بیان فرمائی ہے جس سے نکاح بھی ہو جائے
 ثابت ہوگا ہے۔ اور ان الزامات شیعہ کی بھی جو حضرات عمر و علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر
 حدیث بخور بالا میں عائلی کے لئے ہیں۔ ایک حدیث تالیف جاتی ہے۔ جزاک اللہ چنانچہ
 وہ حدیث یہ ہے۔ باب آخر منہ حدیث من اصحابنا عن یحییٰ بن زبیر عن الحسن
 بن بشیر انہما سئلوا قال کتبنا الابی جعفر اسالک عن النکاح فکتب الی
 من خطب الیک فرفیقہ وینہ وامنہ ووجوہ الاصل وکفر فکفر
 فی الامن وفساد کبیر۔ حدیث بیان کی ہمارے اصحاب میں سے متعدد شیخوں
 نے سہیل بن زیاد سے اس نے حسین بن بشیر انہما سئلوا سے کہ کھائیں نے خطا حسین بن
 بشیر سے طرف ابو جعفر کے سوال کرتے ہوئے نکاح کے بارے میں ہیں کما اس نے
 لکھے کہ جس شخص نے خطب کیا طرف ہمارے اور پسند کیا تم نے اس کا دین اور اس کی امانت
 پس نکاح کرو اس کے ساتھ اگر ایسا نہ کرو گے تو زمین میں ایک فتنہ و فساد عظیم پھیل جائیگا
 اس حدیث میں نہ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے اسم گرامی کا کہیں تذکرہ ہے۔ اور نہ ہی حضرت
 ام کلثوم کے اسم مبارک کا۔ جس سے ہم بہرہ ور کہہ دیتے کہ بیان بھی نکاح کا اقرار کلمہ کما
 لہو سے کیا گیا ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اگر یہ حدیث امر تنزیہ کے متعلق نہیں ہے تو
 اس کا باب نزوح ام کلثوم نہیں کیوں ذکر کیا گیا ہے۔ روایت کے اصول کے مطابق یہ
 حدیث غیر متعلق بھی قرار نہیں دی جاسکتی ہے۔ اور نہ ہم یہ قیاس کر سکتے ہیں کہ اتنی بڑی
 محترم کتاب میں اس حدیث کو سوائے اس باب کے اور کہیں جگہ نہیں لی سکی لیکن قیاس سے
 سے طور سے یہ تمام اشکال حل ہو جاتے ہیں۔ اس حدیث میں اسلام کے نزدیک اصول
 مساوات کی توضیح کی گئی ہے۔ اور بتایا گیا ہے کہ اسلام میں ذات پات کا سوال ایک
 بے معنی شے ہے۔ اگر کوئی مسلمان میں پسندیدہ رکھتا ہو اور زور امانت سے
 آراستہ ہو اور ناطے رشتے کی کئی دوسرے مسلمان کے ہوں۔ جو دنیاوی عداوت
 میں اس سے جڑھا ہوا ہو اور بحیثیت ذات کے بھی ممتاز ہو آرزو کرے تو اسے رو
 نہیں کرنا چاہئے۔ کیونکہ اللہ کے نزدیک یہی دو اوصاف پسندیدہ ہیں۔ اگر آپ نے کیا
 لکھی تو فرقہ بندی ہو جائیگی۔ اور مسلمان باوجود ہم مذہب جو شیعہ متفرق ہو جائیں گے۔

وہ اخوت جو اسلام کا ایک اساسی اصول ہے دونوں سے محو ہو جائیگا۔ ان کی قوت ضعیف
 ہو جائیگی۔ اور وہ منسوب ہو جائیں گے۔ چنانچہ دلیل کے طور پر نکاح ام کلثوم کو پیش
 کیا ہے۔ کہ ایک غیر باطنی مرد سے خود حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک باطنی عورت کا نکاح
 کر کے اس قدر اصول اصولی جاری نہیں کیا اور دوسروں کے لئے شاہراہ ہدایت قرار
 دیا۔ چنانچہ یہی وجہ ہے کہ اس حدیث کا اس باب میں ذکر کیا گیا ہے۔ اس حدیث
 کے بعد صاحب نے دو اور احادیث جو مطلب و معانی میں بعینہ اس حدیث کی
 موافق و نوید ہیں۔ بیان کر کے اس باب کو ختم کیا ہے۔ مؤخر الذکر احادیث مختلف
 طرق سے مروی ہیں۔ اور وہی زبان سے نہایت و ترقی کے ساتھ نکاح ام کلثوم کا
 اقرار کر رہی ہیں۔ لیکن بخوت طوالت کلام ہم ان احادیث کو یہاں نہ مندرج کرنے سے
 اجتناب کرتے ہیں۔ کیونکہ ہمارے مقصد کے لئے یہی ایک حدیث کافی ہے۔

حدیث چہارم متعلق خانہ آباوی حضرت عمر رضی اللہ عنہم کلثوم

کتاب فروع کافی جلد ۲ باب المتوفی عنہما زوجہا المدخول
 بھا این تخت و ما یحب علیہا صفحہ ۳۱ مطبوعہ نوٹشور پریس میں ایک
 اور حدیث جو اس نکاح کا علی بن موسیٰ الاشجاد اعلان کر رہی ہے۔ امام محمد بن یحییٰ
 کلینی نے سند روای کی ہے۔ اور اس بحث کو ختم کر دیا ہے۔ ڈھٹائی سے اگر کوئی برکت
 نثار غائی کرتا رہے تو یہ اور بات ہے۔ ردافض کو چاہئے۔ کہ وہ اس حدیث کا بذر
 معائنہ کریں۔ اور پھر انصاف سے کہیں کہ ان کے آئمہ و اکابر اس نکاح کے مقررین یا
 سے امانت دیکھ لو جانتے ہیں گھر دل کا بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ کا

چنانچہ حدیث بخور بالا یہ ہے حمید بن زیاد عن ابن مسعود عن محمد بن
 زید عن عبد اللہ بن سنان و معاویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام
 قال سالت عن المراءۃ المتوفی عنہما زوجہا تخت فی بیتہا او حیث شئت
 قال بل حیث شئت علیا صلوات الیہ علیہا لتوفی عمرانی ام کلثوم خالطت بھا الی شیعہ
 حدیث بیان کی حمید بن زیاد نے ابن مسعود سے اس شخص حمید بن زیاد سے اس نے عبد اللہ
 بن سنان سے اور معاویہ بن عمار سے اور ان دونوں نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے

کہا میں نے سوائے اس عورت کے بارے میں کہہ کر گناہوں میں کافرانہ نہ کیا وہ عورت دن گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے کہا عبد اللہ علیہ السلام نے بلکہ جہاں چاہے تحقیق حضرت علی علیہ السلام جب انتقال کیا حضرت عمرؓ نے لٹوائے ام کلثوم کے پاں اور بیٹھے اس کو اپنے گھر۔ یہ حدیث بلا شک و شبہ واضح طور پر بیان کر رہی ہے کہ حضرت ام کلثومؓ از جو بنت مرثضہ ام سلمہؓ کی رضی اللہ عنہا بہت قیم مرثضہ سالار وہاں حضرت عمرؓ نے انھیں اس شخص سے پہلے گرتے تو میں اسے لٹاؤں اور اپنے وجود و جنت میں سے مستحق کر دیتی کہ عورت یہ کہی ہو جائے کہ کہاں آپ کا انکار اور کہاں یہ شہوت سے اقرا اور وہ بھی ایک ایسے مستند شخص کی زبان سے جس کی تکذیب خود ان کے مذہب کی تکذیب ہے۔ یہ نادمہ لائق پاؤں اور نہ سے کیا حاصل۔ اگر دعویٰ صداقت و حقیقت ہے تو مرد میدان بیکر سامنے آئیے۔ اپنی احادیث کی تکذیب کیجئے۔ وگاہر پرتوینا اڑ بیست وقتہ در اسلام کا جرم لگا کر اپنے مذہب کو شہوت کیجئے۔ یہ کہاں سے انصاف ہے۔ کہ یہ عواہی اور اسطرلاب سے عالم میں کھائی کا منہ چڑا کر پھر روضہ کے پل میں جا بیگو اور گروٹ تنگ نہ لو۔ اس حدیث میں ایک اور نکتہ غریب بھی بیان میں گیا ہے۔ اور وہ یہ کہ یہ مسلمانانِ طور و تہوں کے بارے میں امام صاحب نے ارشاد فرمایا ہے جو مدخل ہوں۔ جو لوگ نکاح کے تو مقرروں لیکن بعد از نکاح قرمت و ہتکلی کا انکار کرتے ہیں وہ بھی توجہ کریں اور غریب غلط و غضب میں پناہ نہ لے لیں۔

حدیث پنجم متعلق بحدیث امم کثرت و

محمد بن یحییٰ و خیر، عن احمد بن محمد بن عیسیٰ عن الحنفی بن سعید
عن النضر بن سوید عن هشام بن سالم عن سلیمان بن خالد قال سالت
ابا عبد الله علیه السلام عن امرأة توفی عنها زوجها ورجعها این تعتد فی بیتها
او حیث ثبات قال لا حیث ثبات ثم قال ان حلیا سلوات ابید لها مات
عمره فی ام کلثوم فاخذ بیدها فانطلق بهما الی بیته و حدیث بیان که محمد بن یحییٰ
و غیره نے احمد بن محمد بن عیسیٰ سے اس نے حسین بن سعید سے اس نے نضر بن سوید سے اس نے
ہشام بن سالم سے اس نے سلیمان بن خالد سے کہا کہ میں نے سوال کیا ابا عبد الله علیه السلام

سے اس عورت کے ہاتھ میں کہہ کر گیا جو اس کا خاوند کیا وہ اپنے خاوند کے گھر میں عورت
 نکلا رہے یا جہاں پاس ہے۔ کہا ابو عبد اللہ نے بلکہ جہاں پاس ہے۔ پھر کہا کہ تحقیق حضرت
 علی صلوٰۃ اللہ علیہ جب حضرت عمرؓ فرما گئے آگے ام کلثومؓ کے
 پاس اور لی گئے اس کو اپنے گھر لے گیا۔ یہ حدیث مطلب دینے کو لفظ
 حدیث چہارم کی تفسیر ہے عرف طرق اتنا ہے کہ یہ دوسرے طریق سے مروی ہے جو اس
 کی صداقت کا قلیل ہے۔ فروغ کافی سے اتنی حثرت اور شیر عذاب و است پریش کو سنبھالنے کے بعد
 اب ہم ضرورت میں آئیں سمجھتے کہ اس کتاب سے اور ضروری شہادت و قلمبندہ کریں گے۔

حدیث ششم اثبات نکاح از کتاب صافی

روافض کی دوسری نایہ ازگن باب الصافی شروع اصول الکافی ہے جس کے مصنف سید محمد بن مہدی بن الفضل بن قزوینی ہیں۔ شیخ ابو جعفر موسیٰ نے جن کا ذکر ہمیں کیا جائیگا۔ اپنی ایک کتاب میں جو احادیث غیبت صاحب الزمان پر مشتمل ہے۔ دو احادیث نبوی بیان فرمائی ہیں۔ جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بن قزوینی کی نسبت روافض کا کیا عقیدہ ہے۔ چنانچہ دیکھا کہ کتاب میں لکھا ہے کہ موسیٰ بن النبی صلعم ان قال یخرج بقزوین رجل احد اسمہ بنی تسویر الناس الی طاعة المشرك والمؤمن یملک الحبال خوفاً یخضع ینہ بن علی بن ابی طالب وسلم سے منقول ہے کہ فرمایا آپ نے کہ قزوین میں ایک شخص نماز چڑھو گا جو ایک پیغمبر کا ہند نام ہو گا۔ اور لوگ اس کی ولایت کی طرف سروت کریں گے۔ خواہ مشرک ہو یا مسومن اور وہ مرد ہر دیکھ پہاڑوں کو خوف سے بیٹھے جاہت و شوکت کے کمال پر پہنچ جائیگا۔ دوسری حدیث بھی اسی مطلب کے مطابق ہے۔ اور اہل ہر کرتی ہے کہ روافض کا مہدی بن قزوینی کی صداقت و دیانت پر حرف زنی کرنا سزاوارتہ حدیث پیغمبر کی تکذیب کرنا ہے۔ روافض کہتے ہیں امر بھی باعث مدح و ست و انھوں نے یہ کہ مہدی بن قزوینی کی کتاب میں اس لکھنے کا صاف لفظوں میں اقرار کر کے روافض پر اہل بدعت و لغت کے تیر بوسا کے ہیں۔ جو ان کے سے وہاں روح ہو رہے ہیں۔ چنانچہ کتاب الصافی شروع

ملکہ دہلی حضرت ابراہیم خلیل اللہ میں جبکہ ہمنام ملا خلیل قزوینی مصنف کتاب صافی ہے :

اصول کافی مطبوعہ نو کشور پریس کتاب المحدثہ جزو سوم شصت و یکم صفحہ ۱۵۲ پر حضرت علیؑ کے لئے آسمانی وصیت نامہ مندرج ہے۔ جس سے نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا بھی کافی ثبوت پڑتی ہے۔ اور جیسے ہم دائرۃ الاصطلاح کے رسالہ الموسوم برفع الحین رافضی فی احراق بابا خاتم سے حفظ نقل کرتے ہیں۔ وہ ہوا ہے

وكان فيما اختلف عليه النبي بامر جبريل فيها والله تعالى اقل له

على تقي بما فيها من موالات من وإلى الله ورسوله والبراء والعدول
 لمن فادى الله ورسوله والبراءة منهم على العبد فزاد على العليم لفظاً
 وعلى وهاب حقائق وغضب خمسات وانتماءك حركات قال
 نعم يا رسول الله تع

فقال امير المؤمنين... لقد سمعت جبرائيل يقول للمتي يا محمد عرفه
انه ينزله الحرمة وهي حرمة الله وحرمة رسول الله ثم وعلى ان
يخضب لحيته من راسه بيده عبيط قال امير المؤمنين فصعقت
حين فهم الكلمة من الايمن جبرائيل حتى سقطت على وجهه فقلت نعم
وسميت وان انتهكت الحرمة وعطيت السنن ورق الكتاب و
طليت الكعبة وخضبت لحيتي من راسي بيدي عبيط مما براحتي
ابدا حتى اقدم عليك

یہ کتاب حق نہیں جسے تفسیر کے غلط نام سے موسوم کرتے ہو باعث برکت و موجب ثواب ہے۔ لیکن بدیہات کو کہا ننگ چھپا کر ذلیل و خوار ہونگے۔

اثبات نکاح از کتاب استنبصار

روافض کے محدث اعظم علامہ ابو جعفر طوسی جو جناب شیخ مفید کے لایق شاگرد و شاگرد سے ہیں۔ اور من حدیث میں دو کتابیں تصنیف کی کہ اپنے ہم نامہ جوں سے خراج تحسین وصول کر چکے ہیں۔ اپنی شہرہ آفاق کتاب الکاملہ صغار فی اختلاف من الکاتباء جلد ثانی و کتاب طہورہ مطبوعہ جعفریہ کلنو میں اس نکاح کے اثبات میں دو حدیثیں نقل کرتے ہیں۔ جو روافض کے سینے پر مونگ دل رہی ہیں۔ محدث صاحب نے اپنی کتاب کے دیباچہ میں صداقت حدیث کیلئے ایک معیار بھی قائم کیا ہے جس کا ذکر یہاں دیکھی سے غالی نہ ہو گا۔ وہ کہتے ہیں کہ قاضی و میث اگر ایک ہی شخص پر ہیں اور ان میں کوئی مخالفت و تضاد نہ ہو بلکہ ایک دوسرے کی تائید کرتی ہوں تو وہ ہر دو احادیث قابل قبول اور واجب العمل تھیں۔ چنانچہ نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بارے میں آپ نے ایسی ہی دو احادیث نقل کی ہیں۔ جو ناظرین کرام کی ضیافت نظر کے لئے درج ذیل ہیں۔ محمد بن یعقوب عن حمید بن زیاد عن ابن سماعہ عن محمد بن زیاد عن عبد اللہ بن حننات و معویہ بن عمار عن ابی عبد اللہ علیہ السلام قال سالت عن المرأة المتوفی عنہا زوجہا اتعند فی بیتہا او حیث مئات قال بن حیث مئات ان علیا علیہ السلام لما توفی عمرائی ام کلثوم فانطلق بها الی بیتہ حدیث بیان کی مجھ سے محمد بن یعقوب نے اس نے حمید بن زیاد سے اس نے ابن سماعہ سے اس نے محمد بن زیاد سے اس نے عبد اللہ بن سنان سے اور معویہ بن عمار سے ان دونوں نے ابی عبد اللہ علیہ السلام سے کہ پوچھا میں نے اس عورت کے بارے میں کہ جس کا خاوند مر گیا ہو کیا وہ عدت گزارے اپنے گھر میں یا جہاں چاہے کہا ابو عبد اللہ علیہ السلام نے بلکہ جہاں چاہے تحقیق علی علیہ السلام جب فوت ہوئے حضرت عمرؓ آئے طرف ام کلثوم کے اور لیکے اسکو اپنے گھر۔

ابن سنان کو مراد شکیق بن عبد نیست بلکہ مراد غصب و فخر میں است کہ بڑے خواہند گرفت اشارت است بغصب عمرؓ ام کلثوم فاطمہؓ را تا آنکہ افتادیم بکشتن خود گفتیم آری قبول کردیم و را علی شدم ہر چند کہ در یہ شو و پردہ و معل شود و عتقا خدا و رسولؐ و پادہ کردہ شود احکام قرآن و خراب کردہ شود کہ در گدہ شود علیؓ من از جانب سرزنش بکنی خالین بر حاکمہ مبر کنندہ ہاشم صاحب امر البقیات است اندازندہ ہاشمؓ و فقیہہ و در شوم بر تہ تا در دنگ با و در وقت است۔ یعنی جناب امیرؓ نے کہا کہ تحقیق میں نے جبرائیلؑ کو رسول کریمؐ سے یہ کہتے سنا کہ تم محمدؐ پیغمبرؐ اس کو اپنے علیؓ کی اسکی پردہ دہری ہوگی اور وہ اس کے زخم سر سے زیادہ شدید ہوگی جب میں نے جبرائیلؑ سے سنا اور اس پر غور و فکر کیا تو میں بہت ہی مضطرب ہوا۔ اس جگہ پردہ دہری سے مرو میری بیٹی ام کلثوم بنت فاطمہؓ کے زبردستی چھینے جانے سے ہے۔ یہ بات ننگ کہ میں نے سنی کہ اگر چہ اور کہا کہ میں نے قبول کیا اور میری را علیؓ ہوا۔ خواہ میری پردہ دہری ہو یا سنت خدا و رسولؐ معل ہو یا قرآن گدہ کر گدہ ہو یا خانہ کعبہ منہدم ہو یا سر کے زخم سے میرا چہرہ رنگین ہو تا دم مرگ مبر کردنگ اور اس پر قائم رہونگا۔

حضرات روافض کیا ایسے حلیل القدر و مصنف کی کتاب پڑھ کر بھی کہو گے کہ نکاح ام کلثوم نہیں ہوگا اسکی مجہول الکلیفیت اور مفہم خیر تاویلین کر دے؟ ہم نے مانا کہ آپ کے مذہب

لے ابجد حضرت ابو بکرؓ والی فرضی ام کلثوم کی تائید کا بھی ہیئت کیلئے قلع ہو گیا ہے کیونکہ ناظر مصنف نے مختار پر جامع کو رہا ہے کہ جو ام کلثوم حضرت عمرؓ کے جہ نکاح میں آئی تھیں وہ بنت ابی نفیل تھیں۔ روافض کا اپنے خدا کی کے مالک امام کی نسبت بیان۔ بخدا جس قدر ان لوگوں نے حضرت علیؓ کی جنگ موت کی ہے کبھی کسی خارجی نے بھی نہ کی ہوگی جامع احادیث آنکہ کلینی سے اس حدیث نامے سے نہ صرف حیرانہ کو آڑے انہوں نے کیا ہے بلکہ عدلے قدر کی بھی طاقت و جبریت کا خاکہ اڑایا ہے۔ واہ کیا ہی اچھی خدا کی ہے جسے وہی نبیؐ بنا کر خلقت کی ہدایت کیلئے بھیجا۔ اسی کو ہدایت ہو رہی ہے کہ خواہ کس قدر فسق و فجور اور ظلم و ستم پھیل جائے تم مٹس سے مس نہ ہونا۔ (العجب ثم العجب)

(۸۱) الحسن بن سعید بن سلیمان بن خالد قانت مبالغت ابی عبد اللہ
 علیہ السلام عن الامراء ان توفی عنہما نرجوا ان تعقد فی بیتہم وجہا و
 حیث شئت قال حیث شئت ثم قال ان علیا علیہ السلام طامات
 عمرانی ام کلثوم فاخذت بیدہا فانطلق بہما الی مدینہ۔ یعنی حدیث بیان
 کہ میں بن سعید اس نے مہاشم سے اس نے سلیمان بن خالد سے کہا کہ میں نے سوال کیا
 ابی عبد اللہ علیہ السلام سے اس طورت کی نسبت کہ مر گیا ہوا میں کافی و نہ کہوں حدیث گذشتہ
 وہ اپنے خاوند کے گھر میں یا جہاں چاہے کہا جہاں چاہے پھر کہا کہ تحقیق علی علیہ السلام
 جب فوت ہوئے حضرت عمرؓ آئے طرف ام کلثوم کے پس پکڑ لیا
 اس کا اٹھ اور لیئے اس کو گھر کی طرف۔
 سندہ بالا حدیث ہو سکتا ہے کہ ابو جعفر موسیٰ کجی کھانہ کے معترف ہیں۔ اگرچہ کجی
 جلد عالم تھا جہاں یا ان کے چچو ایسے غیرے تھو غیرے اس کا انکار کریں تو اس سے
 کیا ہوتا ہے ؟

اثبات نکاح از کتاب تہذیب

تہذیب میں جو تہذیب اثنا عشری (دوافض) میں حدیث کی ایک نہایت معتبر کتاب
 ہے۔ اور جس کے مصنف علامہ موسیٰ ہیں ایک حدیث بیان کی گئی ہے جو نکاح ام کلثوم
 کے واقعہ کو پسند آئمہ کرام علی الاعلان ثابت کر رہا ہے۔ وہ یہ ہے۔

قال عن محمد بن احمد بن یحییٰ بن جعفر بن محمد القمی عن القداہ جعفر عن
 ابی عبد اللہ السلام قال مات ام کلثوم بنت علی علیہ السلام وابتہارنہا
 عمر الخطاب فی ساعتہ و احدہ و لا یدری ایہما صالح قبل فلم
 تدرت احقر ہما من الآخر و صلی علیہما جمیعاً یعنی ام کلثوم بنت
 علی علیہ السلام اور اس کا بیٹا زید بن عمر الخطاب ایک ہی ساعت میں فوت ہوئے

لے دوافض کے ان اہمست والجماعت کی صحاح متر کے مقابلہ میں صحاح اردو مشہور کتب کا حدیث
 ہے۔ چنانچہ ان کے نام حسب ذیل ہیں۔ کمالی۔ تہذیب۔ استیعبار اور من لا یخضر الفقیر بہ

اور یہ معلوم ہو سکے کہ پہلے کون مولا پس آئمہ سے کہا وارث نہیں ہوا۔ اور سب نے
 دونوں کی نماز جنازہ ادا کی۔

ایسے مستند اقوال کی نگذیر کرنا سچائی کا منہ چڑا رہا ہے۔ اور یہ وافض جو اس کے
 تسلیم کرنے میں پس پیش کر رہا ہے ہیں ان کا انکار کسی نیک نیتی اور
 تلاش حق پر مبنی نہیں بلکہ محض تعصب اور بغض کی خاطر ہے۔ جو ان کی فطرت
 ثانیہ بن چکا ہے۔ یہ طریق احقاق حق کا نہیں ہے۔

سید مرتضیٰ علم الہدیٰ کے بھی نکاح کے مقرر ہیں

صاحب کنز مکتوم صحت پر یوں کہتے ہیں کہ یہی صورت یعنی در صورت عدم لقیہ
 عقد تو کوئی بات ہی نہیں جیسا کہ فی الواقعہ بھی ہے۔ واقعہ چنانچہ خطیبہ زہرا کوئی امر
 چنانچہ بیت سے الگ ہوا یعنی اس قصہ کے بالخصوص منکر ہیں۔ چنانچہ شیخ مفید
 علیہ الرحمۃ اور سید مرتضیٰ علم الہدیٰ جن سے سیدۃ النساء نے اپنی اولاد کی تعلیم
 کی فرمائش کی اور جناب امیر نے بہ نعت نازخہ انت شیخی و معتمدی منع فرمایا اور دیگر
 حضرات با و صف قرب عہد آئمہ معصومین علیہم السلام اس واقعہ
 سے بالکلید انکار کرتے ہیں۔ یہ ان متعصب شیعوں کا قول ہے۔ جو جو کجی
 امر حق کی طرف مائل نہیں ہوتے اور اس قول لایسند و بیہودہ کو۔ جو صداقت و راستی
 سے اتنا ہی دور ہے جتنا ایمان کفر سے یا نور ظلمت سے۔ بیان کر کے اپنا دامن بچانے
 کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن انہیں معلوم رہے کہ وہ اس عذر و حیلہ سے نہ قواست
 متعدد میں کامیاب ہو سکتے ہیں اور نہ ہی امر حق کو چھپا سکتے ہیں۔ بلکہ فرض جبریتاً
 گیا جو جوں و دنیا کی کے مصداق ہو جاتے ہیں۔ سید مرتضیٰ علم الہدیٰ شیخ مفید
 کے شاگرد تھے۔ اور تمام علوم میں ان سے استفادہ کیا ہے بلکہ خود شیخ مفید کا
 بیان ہے کہ ایک دن عالم رویا میں وہ سیدۃ النساء حضرت فاطمہؓ کی زیارت
 سے مشرف ہوئے اور سیدہ معصومہ نے فرمایا کہ میرے ان دو بچوں کو تعلیم دو۔
 بیدار ہوئے تو دیکھا کہ سیدہ ابوالاحمد و السید مرتضیٰ و سید رضی لیٹے دونوں بچوں کو
 لے ہوئے آئے۔ اور کہا کہ ان کو تعلیم دیکھئے۔ یہ ناجرا مشاہدہ کر کے شیخ

مغیر دو برسے اور ان سے خواب کا قصہ بیان کیا۔ چنانچہ یہی سید صاحب اپنی تالیف
 شافی و تشریح الانبیاء والائمہ میں اس نکاح کا ثبوت و ثبوت سے اقرار کرتے ہیں
 اور روافض بھی اس امر کے مقرر ہیں چنانچہ ترمذی اشعریہ میں ان کا قول یوں
 مرقوم ہے کہ سید تعلق علم الہی و دینی بکتاب تشریح الانبیاء صریحاً قائم الکاح
 فقد وکون فی کتاب الشافی الجواب عن هذا الباب مشروحاً و بیانا و علیہ
 السلام ما اجاب عمر الى الکاح انہ ان بعد توعد و تہجد و رجوعہ
 و عنانہ عد و کلہ لم یول ما شوقہ لشفق مد من سول الحال و ظہور حال
 ینزل یخفیہ۔ خلاصہ اس کلام کا یہ ہے کہ اس نکاح کے متعلق ہم نے اپنی کتاب
 شافی میں تفصیل جواب دیا ہے۔ اور وہی ہم نے بیان کیا ہے۔ کہ حضرت امیر نے
 اپنی بیٹی کا نکاح عمر سے بہ طیب خاطر نہیں کیا بلکہ یہ عقد بعد اس کے ہوا ہے کہ
 عمر نے بار بار حضرت امیر سے درخواست کی اور نوبت تکلیف و تہذیب و ممانعت
 تک پہنچی۔

مواعظ حسنیہ میں مولوی سید ولد ارعلی

نے جو روافض کے نزدیک ایک بلند پایہ مجتہد شافعی تھے جلتے ہیں۔ سید مرتضیٰ کے قول بحوالہ بالا
 کو صحیح تسلیم کیا ہے۔ اور اس کی نسبت قلمباز ہے کہ سید مرتضیٰ نے فرمایا ہے کہ ترمذی و
 ام کلثوم حضرت امیر کے اختیار سے نہیں ہوئی۔ اور بہت سی احادیث انہوں نے
 اس قول کے ثبوت میں بیان کی ہیں۔ اور جبکہ یہ اختیار حضرت امیر کے نکاح کا چرنا
 ثابت نہیں ہوا۔ تو پھر عمل اشکال باقی نہ رہا۔ اس جہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ
 نکاح عمر و زینب خواہ بہ جبر و اکراہ ہو خواہ بہ فرحت و انہماط لیکن اسٹا غروہ ہے
 کہ حضرت ام کلثوم رہا ضرور رونق افروز خانہ خلیفہ ثانی رہیں۔

حضرت علیؑ کی کتاب بیع البلاغۃ کی شفی شرح سے بھی نکاح ثابت

عز الدین ابی حامد عبد الحمید بن ہبۃ اللہ المدائنی الشہیر ابن ابی الحدید و جو حضرات
 روافض میں آئے ہیں بلند پایہ عالم شمار کئے جاتے ہیں جیسا کہ قاضی نور اللہ شمسری یا

علامہ مجلسی اپنی مشہور کتاب شرح بیع البلاغۃ جز ثانی ص ۱۱۱ لکھتے ہیں و اگر کتاب
 العربیۃ الکبریٰ۔ مصر۔ میں یوں رقمطراز ہیں:-

جامع عمر الى مجلس المهاجرین فی المرونة و کان یجلس فیہا المهاجرین
 الاولون فقال روثونی روثونی قالوا بما اذایا امیر المؤمنین قال تنرو و جئت
 ام کلثوم بنت علی بن ابی طالب سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ
 یقول کل من سبب و نسب و صہر یقطع یوم القیامۃ الا سببی و نسبی
 و صہری۔ اس روایت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ نکاح فردر چڑھا۔ روافض
 کہہ سکتے ہیں لیکن حق کو کبھی تنگ چھپا کیجئے۔ ہاں توجہات باطلہ سے اپنے نامہ
 اعمال کے اوراق سیاہ کرتے رہیں گے۔

قاضی نور اللہ شمسری کو بھی اس نکاح کا اعتراف

قاضی نور اللہ شمسری جو روافض میں شہید ثالث یا شہید رابع کے لقب سے مقرب
 کئے جاتے ہیں۔ مجالس المؤمنین میں اس نکاح کا اقرار متعدد جگہوں میں کر کے اپنے فروغ
 کی امید و آرزو کا خون ان لفظوں میں کرتے ہیں۔ کہ اگر نبی و مختصر یہ عثمان و او
 ولی و مختصر یہ عمر و فرست و لیکن اگر جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم نے اپنی بیٹی حضرت عثمان
 کے جوار نکاح میں دی تو وہی بیٹے حضرت علیؑ نے بھی اپنی بیٹی حضرت عمرؓ کے ان بھی
 بہ الفاظ دیگر اگر نبی صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم کا اپنی بیٹی حضرت عثمانؓ سے بیہ وینا باعث جنگ نبوی
 و معاذ اللہ نہیں ہو سکتا تو حضرت علیؑ کا اپنی بیٹی کو حضرت عمرؓ کی زوجیت میں دینا
 ان کے شان کے منافی نہیں ہو سکتا۔ لیکن روافض کے متاخرین نے اس فقرے کو
 زعمی تسلیم کیا ہے۔ اور اس کی یوں تاویل کی ہے۔ کہ اگر حرف شراعت علی ہر کردار

مقرر ہے۔ حضرت عمرؓ کا ایک روزہ میں آئے جہاں کہیں اللہ عز و جل فرمائیے ہوئے تھے اور کہا
 کہ مجھے مبارک دو مجھے مبارک دو۔ انہوں نے پوچھا یا امیر المؤمنین کس آپ نے فرمایا کہ میں ام کلثومؓ
 بنت علیؑ سے نکاح کر لیا ہے۔ کیونکہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ و سلم سے سنا ہوا تھا کہ قیامت کے دن
 تمام قوم کے تعلقات نسبی و دواوی منقطع ہو جائیں گے سوائے میرے سبب نسب اور مہر کے۔

کہ نہ تو حضرت رسول علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا عثمان سے نکاح کیا اور نہ ہی دل سے عہد کیا
اس تنازعہ پر ہم بحث کرنا فضول خیال کرتے ہیں کیونکہ

(۱۴) اسی کتاب پر تاجی صاحب نے ابو الحسن علی بن ہشام شیبی اثنا عشری
جس کی نسبت امام الکلیبی خلاصۃ الاقوال میں فرماتے ہیں کہ وہی پہلا شخص ہے جس
نے موافق قاعدہ علماء کرام کے مذہب اہلبیت کے اثبات میں گفتگو کی ہے اس کے قول کو
لغلیبی کہتے ہیں۔ اور درجہ اول پر یہ ہے کہ ان کے تکرار کا یہ غلط ثانی است جواب
داد کہ داود و خیر عمر کہ جناب امیر المومنین رافضی اتفاق افتاد بایں جہت بود کہ ائمہ
شہادتین سے نمونہ بالکمال و اقرار بفضل حضرت امیر سے کہ وہ دو شخص بابا و صاحب غفلت
خدا گشت ادنیٰ منظر بود۔ یعنی ان سے چند امور کی بابت برحقا کہ جن میں ایک منقول
نکاح صلیبی ثانی ہے۔ اس سے جواب دیا کہ حضرت امیر کو جو یہ اتفاق پیش آیا کہ
اپنی بیٹی حضرت عمر سے بیاہ دیں اس سبب سے ہوا کہ ائمہ شہادتین کرتا تھا اور
فضیلت حضرت علی کا مقرر تھا اور نیز اس وجہ سے بھی کہ اسکی طبع و شہادت کو فکر کی اصلاح
منظر فی (معاذ اللہ) اگر اس کتاب پر ایک ہی حدیث ہوتی تو شاید کئی ایک کو رہا ہوں پر
اگر صرف فرضی والی انوکھی تاویل کا ہوا وہیں جاتا تو دوسری حدیث سے تو اس کے
اسکان کا قلعہ ہی پاک کر دیا اور ایسے واضح طریقہ پر اقرار نکاح کو ثابت کیا کہ اس
کے بعد شکرین نکاح اگر انکار کریں تو لا محالہ ان کی شان میں کہنا پڑے گا کہ گریز
بروز شہید چشم چشم آفتاب را چہ گنہ۔ رافضی اس میں شہادت کی تاویل تو
کیا کریں گے۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ کی درستی طبع کی اصلاح کا طریقہ اختیار کیا ہے۔
اس کا ذکر روافض اور ان کے علماء کو ہی کرنا ہے۔ اسی کا نام حجت اہلبیت ہے۔ یہ مقبول
یا اولی الا بصائر۔

(۱۵) پھر اسی صحیفہ کاملہ میں تاجی صاحب کہتے ہیں کہ محمد بن جعفر الطیار بعد از فوت
عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مصاہرت حضرت امیر المومنین مشرف گشت ہم کلثوم را کہ
از دوشے اکراہ در جہاں عمری و تزویج نمود۔ یعنی کہ محمد بن جعفر طیار حضرت عمر رضی
اللہ عنہ کی فوتیگی کے بعد حضرت امیر المومنین کی دامادی سے مشرف ہوئے اور ام کلثوم کو
جواز دوشے اکراہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جہاں نکاح میں لیں۔ اپنی زوجیت میں لائے

کیا اس قول سے بھی تسلیم و خضعت کا پہلو نکلتا ہے۔ روافض غور کریں شاید کوئی پہلو
انکار یا تکذیب کا نکل آئے۔

سیف صام کے مؤلف صاحب بھی اس نکاح کے قائل ہیں

محمد علی اثنا عشری نے اپنی کتاب سیف صامہ الملقب والمورخ پر
شمشیر تلخ جو ۶۷۷ میں بطبع آئے عشرین میں طبع ہوئی۔ حدیث ہوا اول فوج
خضعت ہذا کی تفسیر میں آٹھ تیس صفحات لکھے ہیں۔ اور امہات المونیہ و صحاب
کرام کے بعض دفع کی سیاحت سے ہی کہہ کر اپنا نامہ اعمال سیاہ کیا ہے۔ اور
تقریر طویل و لا طائل کرتے ہوئے اپنے بیان خیال نشان کو مشاک پر یوں ختم کیا ہے
المتحیرات یہ ہے کہ مقصود و مراد کلام امام سے جو بیان ہوا یہ ہے کہ
نکاح اس جناب ستورہ معصومہ کا کہ بغیر سبب خاطر اولیا بطریق اکراہ واضطرار
و نارضا مندی و اجبار واقع ہوا۔ اول نکاح ہے خاندان اہلبیت کا ہر وہ میں۔ باقی
حال مفصل از روئے احادیث مشرق ائمہ اہلبیت کتاب ثانی اور تشریح لایبیا
سید تقی علم الہدیٰ علیہ الرحمۃ اور مولانا عطاء حسینہ جناب غفران تاب وغیرہ
کتب حق میں مداول ایمان بصریح دیکھنا چاہیں تو وہاں رجوع کر سکتے ہیں۔ صاف
واضح ہر گاہ کہ وصالت قربت ان دشوہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی۔ بلکہ بطریق اہلبیت
ظاہر روایات صحیحہ ہیں اس بات کی کہ ظاہر میں یہ نسخہ و معصومیت
و تنہاک مولائے مومنین نے مصر لیا لیکن حقیقت میں قربت و وصالت
با معصومہ ہرگز وقوع میں نہیں آئی۔ بلکہ ازراہ اعجاز نبوت کریم کارساز ایک
جنیہ مشککہ پر شکل جناب معصومہ حوالہ کی گئی اور جناب معصومہ تاجیان
شیخ نامی نظریے لوگوں کی غائب کی گئیں و مزید التقریر فی المسبوطات۔

عبارت مذکورہ بالا سے نکاح بھی بلا شک و شبہ ثابت ہو گیا۔ اور ان حدیث
واقوال کی تائید میں جو بھی ہو گئی جو ہم پہلے نقل کر کے ہیں وہی روافض حضرت
اثنا عشری کے قلعہ الاقطاب راوندی کی کتاب خورشید و جہاں میں ہیں یہی تفصیل
مرقوم ہے۔ روایت کا آخری حصہ یاروں کا جہاں ہوا فقرہ ہے۔ اور اس سے

نکند من میگنم پس عباس نزد علی رفت و آنچہ شنیدہ بود بہ سمیع آنحضرت رسانید علی فرمود
 من میدانم کہ این نزد او آسان است و من نیستم کہ میگنم آنچہ او التماس میکند پس عباس
 گفت اگر نمیکنی من میگنم و شتم و بدیم ترا کہ خلافت قول و فعل مانہا فی پس عباس
 نزد عمر رفت گفت میکنی آنچہ ارادہ کردہ پس جیس کہ عمر بدردم را و گفت این عباس
 علم علی ابن ابی طالب است۔ را در امر اہل بیت خود ام کلثوم را با و راجع کردہ و اہم کردہ
 اورا کہ تزویج کند از برائے من پس تزویج نمود و عباس و بعد از اندک
 مدتے تزویج فرستاد و اصحاب حدیث این روایت را قبول نکردہ لیکن فقہائے
 نبست میان این اشان و این کہ عباس تزویج نمودہ ام کلثوم را بہر بعد از طولی مطالبہ
 و مدافعت پس میگنم کہ راکہ انکار کردہ این حکایت را از فضل عمر آنکہ تزویج عباس
 ام کلثوم را بہرہ نگرا ز جہت چہینے کہ روایت کردہ اند از مشرکے ناچنانچہ حکایت
 کردیم و این مشاکل روایتی است کہ از عداوت علیہ السلام کردہ اند کہ گفتہ این اول
 فریبہ است کہ از ما غصب کردہ اند۔ یعنی صاحب استغناء فراتے ہیں کہ ایک
 مخالف نے پوچھا کہ کیا سبب ہے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے اپنی بیٹی کا نکاح
 عمر بن الخطاب سے کر دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہم کو خبر دی ہے ایک جماعت نے ہمارے
 مشائخ ثقات سے جن میں سے جعفر بن محمد بن مالک کوئی ہیں۔ انہوں نے احمد بن
 فضل سے انہوں نے محمد بن ابی عمیر سے انہوں نے عبد اللہ بن مسنان سے کہ میں نے
 سوال کیا امام جعفر سے بابت نکاح ام کلثوم بنے انہوں نے جواب دیا کہ دہر اول
 فزع غصبت سنا کہ یہ پہلی فزع ہے جو ہم سے غصب کی گئی ہے اور یہ خبر مطابق اس
 خبر کے ہے جس کو ہمارے مشائخ نے بابت نکاح ام کلثوم دہر کے ساتھ عمر بن
 روایت کیا ہے۔ ارورہ یہ ہے کہ عمر بن عباس نے ام کلثوم کو حضرت علی علیہ السلام کے
 پاس بھیجا اور درخواست کی کہ نکاح ام کلثوم دہر کا ان کے ساتھ کر دیا جائے حضرت
 امیر نے انکار کیا۔ جب حضرت عباس دہر یہ خبر عمر بن کے پاس لائے تب عمر بن نے کہا کہ
 اگر علی دہر سے ساتھ نکاح اپنی بیٹی کا نہ کر دیتے تو ان کو قتل کر دیتا۔ پھر حضرت عباس
 حضرت علی دہر کے پاس آئے۔ انہوں نے جب بھی انکار کیا یہاں تک کہ آخر حضرت عباس
 نے حضرت علی دہر سے کہا کہ اگر تم نکاح نہیں کرتے جو تو میں سے دیتا ہوں اور تم کو قسم

دیتا ہوں کہ میرے قول و فعل کے خلاف نہ کروں اور یہ کہ حضرت عباس نے حضرت عمر بن کے
 پاس گئے اور کہا کہ نکاح تمہارا ام کلثوم دہر نے ساتھ چڑھا تا ہے۔ پس عمر بن نے
 او بیوں کو جمع کیا اور کہا کہ یہ عباس چچا علی کے ہیں۔ اور علی دہر کے پوتے یعنی ام کلثوم دہر
 پر ان کو اختیار دیا ہے۔ اور ان کے نکاح کر دینے کو ساتھ میرے اجازت دی ہے پس
 حضرت عباس نے نکاح ام کلثوم دہر کا ساتھ عمر بن کے کر دیا۔ اور بعد بختوری دست
 سکے ان کو عمر بن کے گھر بھیج دیا۔ اصحاب حدیث اس روایت کو قبول نہیں کرتے لیکن
 ان کے درمیان اس امر میں اختلاف نہیں کہ عباس نے ام کلثوم دہر کا نکاح ساتھ
 عمر بن کے کر دیا۔ بلکہ بہت جھگڑے اور مطالبہ کے پس میں اترافتی اور اذیت شری
 کہتا ہوں کہ جس نے اس حکایت سے انکار کیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ
 حضرت عباس دہر نے ام کلثوم دہر کا نکاح ساتھ عمر بن کے نہیں کیا۔ مگر بہ سبب اس کے
 جس کو ہمارے مشائخ نے روایت کیا ہے۔ ارورہ مطابق اس روایت کے سبب۔
 جو امام صادق علیہ السلام سے مروی ہے کہ حضرت امام نے فرمایا کہ یہ پہلی شرکاء
 ہے جو ہم سے غصب کی گئی ہے۔

مولانا محمد حسین موسوی کو بھی اس نوح کا اعتراف ہے

ام کلثوم دہر کے نکاح کے متعلق مولانا محمد حسین موسوی بھی چریشوں کی نظر دی
 میں فاعق اعظم دہر سے ہیں افضل ہیں۔ حسب ذیل عبارت تحریر فرماتے ہیں۔
 عن عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ قال خطب عمر لی علی بن عبد اللہ
 نا لکھا ایتا کہ فولدت زید بن عمر فواشقی حتی کان رجلاً
 یعنی حضرت عمر دہر کی خواستہ رہی پر حضرت علی دہر نے اپنی بیٹی کا جو حضرت فاطمہ
 سے نکاح کیا کر دیا۔ اس سے زید بن عمر پیدا ہوئے جو بچہ کر جوان ہو گئے۔
 (کتاب شہادت ص ۳۹)

روافض اپنی روایات کو جھٹلائیں تو !!!

الروض روایات نکاح ام کلثوم دہر روافض کی کتب احادیث فقہ۔ اخبار اور

کلام میں اس کثرت سے روایات کی گئی ہیں کہ وہ ایک تواریخ کا درجہ رکھتی ہیں اور اگر ایسی مستحکم و مربوط روایات کا محض بعض و تعدب سے انکار کر دیا جائے تو اس کا نتیجہ لازماً طور پر یہ ہوگا کہ ہم گزشتہ زمانہ کے کسی واقعہ کا بھی خواہ وہ کس قدر سچا ہو ہرگز اقرار نہ کر سکیں گے۔ بلکہ ہر واقعہ کی صحت کا بطلان ایک لفظ "نہیں" سے ہو سکتا ہے۔ اور خدا جانے وہ کتنا فوریہ ہوگا جس کے توسل سے ہم امر حق تک پہنچ کر سکیں۔ یا مسترخ کو یقین دلا سکیں کہ یہ واقعہ ضرور ہوا۔ مثال کے طور پر واقعہ کر بلا کو ہی لیتے۔ اگر کوئی شہ خضہ طبع سے اس کی تکذیب پر آمادہ ہو جائے اور ان تمام احادیث و اخبار کا جو اس کے متعلق کتب سابقہ میں مذکور ہیں بالارادہ منکر ہو تو کیا کوئی طاقت دنیا میں ایسی موجود ہے جو اسے اس امر کا یقین دلا سکے کہ یہ واقعہ معروف ظہور میں آیا تھا۔ ایسے مذہبی مخالفین کا جواب سوائے اس کے کہ زجاجی گریز مذہب چوں تیرہ باش اور کیا ہو سکتا ہے۔ اور بعینہ یہی حالت ان روافض کی ہے جو بلا دلیل اس واقعہ کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ذرۃ بھر نہیں سوچتے کہ ایک ایسی متواتر خبر کو صرف اس سے جھٹلانا کہ وہ اس کی کوئی مستقول توجیہ بیان نہیں کر سکتے۔ ان کی عاجزی دے دیں کہی کی روشن دلیل ہے۔ اگرچہ وہ نہایت شورش چشمی سے آخروم تک یہی کہے ہیں کہ یہ تو موهومات میں سے ہے۔ اور ان کے نزدیک قابل قبول نہیں۔ نہایت تعجب کا مقام ہے۔ کہ روافض کے اکابر تو اس واقعہ کو بہ سند صحیح آئمہ کرام سے اپنی کتب احادیث میں مندرج کریں۔ اس کی صحت میں کوئی شک و شبہ نہ لائیں فقہی مسائل کا استخراج ان سے کریں۔ لیکن ان کے متاخرین اس خاص مسئلہ کے بارے میں اپنا سنہری دروہلی مسطور کو مد نظر رکھتے ہوئے صاف انکار کر کے ایسے موهومات اور مخترعات کی شق میں داخل کریں۔ اور ذرۃ بھر نہ شرمیں ناگر یہ بھی تسلیم کر لیا جائے کہ یہ واقعہ موهومات میں سے تھا تو روافض ہی بتائیں کہ ان کے اکابر کو ایسی کیا ضرورت پڑی تھی کہ انہوں نے حدیث متعلقہ نکاح مکملہ کو بعد جرح و قدر و چھان بین کے اپنی کتب میں رقم کیا اور پھر اس کی ایسی لایسنی و مضحکہ خیز تاویلیں بیان کیں جو ان کی فہم و فراست کا تم کر رہی ہیں۔ یا متاخرین

کو کیوں ضرورت لاحق ہوئی کہ انہوں نے ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے بہت مرتضوی ہونی کا انکار کیا اور ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو بہت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی خیالی و دہی تزویج سے اس اعتراض کے دفعہ کا بہانہ ڈھونڈا۔ یہ تمام واقعات بیاننگاہ میں اس امر کا اعلان کر رہے ہیں کہ روافض اس معاملہ میں اس قدر بے دست و پا ہو چکے ہیں۔ کہ کوئی بات بنائے ہیں نہیں پڑتی۔ اگر یہ واقعہ ایک دو روز کا ہوتا تو شاید حریفوں کا حربہ تبلیغ ہو دگر ہوجاتا۔ لیکن جب حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا سال تک زینت النساء کے ساتھ شامہ فاروقی اعظم رہی ہوں اور صاحب الادب بھی ہوئی ہوں اور بعد شہادت حضرت عمر رضی اللہ عنہ شامہ ثانی بھی کیا ہیں اور ان تمام واقعات کا ذکر مخالف و مطابق کتب احادیث و صحیحہ و تواریخ میں بکثرت موجود ہے تو حضرات روافض کا ایسی بیہوشیا سے انکار کرنا محض جھگ مارنا ہے۔

روافض کے وساوس کا دفعیت

اس نکاح کے متعلق خود روافض میں دو گروہ پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے اپنے مقدمہ و بھر اس واقعہ کے بطلان کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ پہلا گروہ ان اصحاب پر مشتمل ہے۔ جنہوں نے اس نکاح کا با تکلیف انکار کیا ہے۔ اور اس کے ثبوت میں حسب ذیل وجوہات پیش کی ہیں۔

رقیہ و سوسہ اول کہ اکابرین روافض منکرین نکاح ہیں

(۱) اکابر روافض مثلاً شیخ مفید و سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے جن مکانانہ قریب زمانہ آئمہ جمعہ بن علیہم السلام سے فقہ سب عقدہ کو کو باطل جانتے ہیں کہ روافض کا یہ بیان ان کی لاعلمی پر مشاہد ہے۔ اور صاف ظاہر کرتا ہے کہ یہ فرقہ فلاح اپنے مذہب سے اس قدر جاہل واقع ہوا ہے کہ اسے اتنا بھی معلوم نہیں کہ حقیقت حال کیا ہے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے عالم اور جاہل سب ایک رنگ میں رنگے ہوئے ہیں۔ اور کچھ سب و شتم سنی سنائی و تہذیب یا چند واقعات باطلہ کے جو شواہد تخیل نے مراثنی میں جمع کر دیئے ہیں۔ اور کچھ نہیں جانتے۔ اور یہی ان کی متاع مذہب ہے۔ ہم اور ان مابین میں بیان کر آئے ہیں۔ کہ سید مرتضیٰ جو

۳۵۵
 ۳۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔ اس نکاح کے مقرب ہیں۔ اور محقق طوسی بھی علی بن ابی طالب کے
 یہ دونوں کا برادر افضل شیخ مفید کے شاگردوں میں سے ہیں۔ اور غریب راغب
 کے ستوں شمار کئے جاتے ہیں۔ ان ہر دو حضرات نے یا تو اس واقع کی تصدیق
 اپنے استاد سے کر کے اسے اپنی کتب میں درج کیا یا اپنے استاد کی اصلاح کی
 اور بعد خود و حوالہ کے اسے صحیح تسلیم کرتے ہوئے سر نہایت زخم کیا۔ کہانی نے بھی جس
 کا زمانہ ان ہر دو حضرات سے قبل واقع ہوا ہے۔ اس نکاح کا اقرار کیا ہے۔
 اور دلائل پر بحث تمام کی ہے۔ لیکن دوافض کا ان تمام حقیقتوں سے انکار
 کرنا ایک ایسی خفیہ سازش کا پتہ دے رہا ہے۔ جو رسول انام اور اس کے صحابہ
 کے خلاف ان دشمنانِ دین متین نے قائم کر رکھی ہے اور جس کا مقصد و غرض
 یہی ہے کہ منافقانہ انداز سے اسلام کو چشم زخم پہنچا کر نجسوں۔ گمراہوں اور
 آتش پرستوں کی تباہی کا استقام لیا جائے۔ لیکن کیا پرسی اور کیا پرسی کا شور مچا
 حیوانات و حشرات الہی جس کی آغوش میں اسلام چھو لایا پھلا اور تاقیامت دیکھا
 ان ملکات سے کب زبرد ہو سکتا ہے۔ دشمن اگر قوی ست نگہبان قوی تر ست۔

یہاں یہ بات بھی بیان کر دینے کے قابل ہے کہ دوافض کے ایک اور جلیل القدر
 عالم سید مرتضیٰ راضی صاحب جعفری احوام ہیں۔ لیکن یہ متاخرین میں سے تھے
 اور انہوں نے ایسا زمانہ پایا ہے جبکہ انکار کی دیا عالمگیر ہو چکی تھی۔ اگر وہ بھی اسکی
 زمرہ میں اگر شکر ہو گئے ہوں تو یہ کچھ عجیب ہیں۔ دوافض ان ہر دو حضرات کو غلط
 طے کر کے کیوں اپنے دین و مذہب کی سٹی پیدا کر رہے ہیں۔ کہاں سید مرتضیٰ عالمِ ہدی
 اور کہاں سید مرتضیٰ راضی۔ اشتراک نام سے کس قدر ناجائز فائدہ اٹھا کر جناب
 علم الہدے کو منکر نکاح بیان کیا جاتا ہے۔

رد و سوم دوم کہ کتب معتبرہ اہلسنت یہ نکاح ثابت نہیں

(۲) کتب معتبرہ اہلسنت مثل مواہن محرقہ و ازانہ الدین وغیرہ سے بھی یہ ثابت

ہوتا ہے۔ کہ یہ نکاح ہرگز نہیں ہوا۔ (کنز مکتوم)

روافض نے جب یہ دیکھا کہ ان کی تمام مذہبی کتب اس صداقت سے
 مملو ہیں۔ اور دلیلِ حمید کسی طرح بھی۔ تو انہیں کی جا سکتی۔ تو اعتراض محول بالا تراشا

۳۵۶
 لیکن اتنی تخیل و گوارا نہ کی کہ پہلے دیکھ تو لیتے کہ جو کچھ وہ کہہ رہے ہیں۔ اس میں صداقت
 کا کتنا حصہ ہے۔ جس جاہل نے کہہ دیا کہ اس نکاح کا ذکر کتب اہلسنت میں نہیں
 آتا۔ اور پیساروی بن کے دیوانہ راہوئے بس است تمام عالم پر آٹھ دوڑے
 اور گئے۔ یہ سب کئی دیکھنے کے اتنا ظہیم اثر نہ واقع ہوا۔ اور کتب اہلسنت میں اس کا
 ذکر نہ ہوا۔ اسنے یہ تو سرا سر غلط ہے۔ لیکن انہیں معلوم ہے۔ کہ حق ہمیشہ
 باطل پر غالب رہا ہے۔ اور اہلسنت و الجماعت کی تمام کتب معتبرہ عقیدہ مذکور
 کے وقوع و صحت کی مؤید ہیں۔ چنانچہ مختصر اہم ان عبارات کو یہاں مندرج
 کرتے ہیں تاکہ دوافض کو معلوم ہو جائے کہ وہ دروغ گوئی۔ فریب کاری اور ہجو
 بازی سے نجات حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ یہ قصائل روزیہ ہمیشہ قہر مند ست۔
 کفایت و خواروی میں لا ڈالتے ہیں۔

ثبوت از مواہن محرقہ

۱) مواہن محرقہ مطبوعہ بیروت ۱۳۵۰ھ پر عقد اہم کلمہ دوم رقم
 کو ثابت کیا گیا ہے۔ نہ کہ وہ جیسا کہ دوافض دہو کا دیا کرتے ہیں۔ عربی عبارت کا
 صحیح و مکمل ترجمہ ذیل ہے:-

روایت اول۔ صحیح روایت سے ثابت ہے کہ حضرت عمرؓ نے حضرت
 علیؓ سے اہم کلمہ کا خطبہ کیا۔ حضرت علیؓ نے دوافض کے۔ اول ان کی صغر سن
 نکاح اور دوسرے اسے اپنے بھتیجے کے لئے آمادگی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ
 میں نفسانی خواہشات کے خیال سے نہیں جانتا بلکہ میں نے رسول اللہ صلیم
 سے سنا ہوا ہے۔ کہ آپ نے فرمایا کہ تمام نسب اور تعلق قیامت کے دن منقطع
 ہو جائیں گے۔ سوائے میرے تعلق اور نسب کے۔ اور تمام ملاکیوں کی اولاد کا
 عصہ ان کا والد ہوتا ہے سوائے اولادِ فاطمہؓ کے کیونکہ میں ہی ان کا باپ
 اور عصہ ہوں۔

روایت دوم۔ حضرت علیؓ نے اپنی بیٹیوں کو اپنے بھتیجوں کیلئے علیحدہ
 کر رکھا تھا پھر حضرت عمرؓ ان سے ملے۔ اور کہا کہ اے ابوالحسن اپنی بیٹی اہم کلمہ دوم
 بذاتِ فاطمہ بنت رسول اللہ صلیم کا کھیرے ساتھ نکاح کر دو۔ حضرت علیؓ نے

میں ۳۲۲ پر حضرت عمرؓ کے عادات و خصائل کے بارے میں ایک روایت قلمبند کی ہے۔ جو عقد مذکورہ کی موید و مشیت ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ امام ابن جوزی نے ثقب طبر میں حضرت انس سے ایک مشہور واقعہ درج کیا ہے۔ کہ رات کو جب معمولی گشت کرتے ہوئے مدینہ کے میدان میں ایک خیرہ دکھائی دیا جس میں ایک مسافر کی بیوی دروازہ سے بقیاب تھی۔ اور کوئی دانی نہ تھی۔ آپ فوراً گھر آئے اور اپنی اہلیہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا کو جو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی بیٹی تھیں فرمایا کہ کیا تم کو کوڑا بھال کرنے کا شوق ہے جس کا خداوند کریم نے تم کو موقع دیا ہے۔ چنانچہ ان کو آمادہ کر کے آپ اس عورت کے پاس لائے۔ اور اس عورت کی آڑ سے وقت میں دستگیری کی پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۲ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نواسے زید کو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا بیٹا لکھا ہے۔

الفتوحات الاسلامیہ سے بھی یہ نکاح ثابت ہے

فرید العصر دلاوان شیخ الاسلام السید احمد ابن السید زینی وعلان مفتی الشافعیہ مکتبہ المحمید الفتوحات الاسلامیہ میں جو مکہ معظمہ کے مطبع میرہ میں بزبان عربی ملاحظہ میں بار دوم شائع ہوئی اس کی دوسری جلد کے صفحہ ۲۶ میں نکاح ام کلثوم رضی اللہ عنہا کے متعلق لکھتے ہیں۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی صاحبزادی ام کلثوم رضی اللہ عنہا کا واقع نکاح آنکھ نے کئی طریقوں سے روایت کیا ہے۔ اور ان روایت کرنے والوں میں یحییٰ بن خلیفہ اور دارقطنی ہیں۔ اور اس نکاح کے متعلق احادیث اکابر اہلبیت نبوی سے مروی ہیں۔ چنانچہ اسے امام جعفر صادق نے اپنے باپ امام محمد باقر رضی اللہ عنہ سے اور انہوں نے اپنے والد بزرگوار امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ارادہ تھا کہ اپنی صاحبزادی کو اپنے بھائی جعفر کے بیٹوں سے بیاہیں۔ مگر جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں ام کلثوم رضی اللہ عنہا کی خواستگاری کی تو آپ نے فرمایا کہ میرا ارادہ بڑیوں کو اپنے بھتیجوں کے ساتھ بیاہنے کا ہے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول معظم سے میں نے رشتہ ہوا ہے۔ کہ قیامت کے

دن تمام سبب اور سبب قطع ہو جائیں گے۔ سو اسے میرے نسب و سبب کے اور تمام بیٹوں کی اولاد کا حصہ ہے ان کا باپ ہوتا ہے۔ سو اسے اولاد و خاندان کے کہ میں ان کا باپ اور عصب ہوں اور میں چاہتا ہوں کہ اس رشتہ سے میرا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تعلق سبب و نسب ہو جائے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میں اپنے اسد میں و حضرات حسن و حسینؓ سے مشورہ کران چنانچہ آپ نے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ و امام حسینؓ سے پوچھا تو امام حسینؓ اپنے بڑے بھائی کی موجودگی میں خاموش رہے حضرت حسن رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اے پیارے باپ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے زیادہ بزرگتر صحابی رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور کون ہے۔ حضور ان سے راضی تھے پھر جب آپ خلیفہ ہوئے تو عدل و انصاف کیا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا تم نے سچ کہا میں نے یہی مناسب سمجھا کہ تم سے پوچھ کر رشتہ کر دوں۔ قصد مختصر آپ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے اپنی دختر بلند اختر کا نکاح کر دیا۔ چالیس ہزار درہم ہرقہ دہوا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس رشتہ سے کمال درجہ خوشی حاصل ہوئی صحابہؓ نے مبارک دی۔ ان سے آپ کے ہاں زید و رقیہ پیدا ہوئے جن سے سلسلہ اولاد نہیں چلا۔

اسی کتاب کے صفحہ ۲۳۲ پر ایک واقعہ درج ہے جس سے عقد مذکورہ کی تصدیق ہوتی ہے۔ وہ ہوتا ہے۔

”حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک اہلبی قبیلہ روم کی طرف بھیجا اس کے ہاتھ حضرت ام کلثوم بنت علی رضی اللہ عنہا نے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بیوی تھیں ایک دام گزشتہ دینار کی قیمت کا عطر شیشی میں بند کر کے اہلبی کو دیا کہ ملکہ کو دیدینا اس ملکہ نے اس کے عرق جو اہرات بھیجے۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے انہیں دیکر فریض پر وادیا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب گھر میں تشریف لائے تو دریافت فرمایا کہ یہ چراہرات کیسے ہیں۔ حضرت ام کلثوم رضی اللہ عنہا نے تمام ماجرا بیان کیا۔ آپ جو اہل تکریم مسجد کی طرف آئے۔ اور لوگوں کو جمع کرنے کا حکم دیا۔ اور پھر چراہرات کے متعلق اطلاع دیکر مشورہ طلب کیا۔ انہوں نے کہا اس کی مستحق سپہ ام کلثوم رضی اللہ عنہا ہیں کیونکہ یہ مال ایک عورت کی طرف سے ہدیہ ہے۔ جز یہ اور خراج نہیں ہے۔ اور اس پر دوسرے

امرکہ طرح احکام جاری نہیں ہو سکتے۔ آپ نے فرمایا لیکن مشکل یہ ہے کہ جس کو یہ
جواہرات وصول ہوئے ہیں وہ امیر المؤمنین کی زوجہ ہے جس کے ہاتھ یہ مال
آئی ہے۔ وہ امیر المؤمنین کا لہجہ ہے۔ اور سواری جس پر اس رسول نے سفر کیا
ہے وہ مسافروں کی ہے۔ اور یہ مال مسافروں کی ولا (ملک) ہے۔ پس میرے
خیال میں اس کی جگہ مسافروں کا بیت المال ہے۔ لہذا ہم ام کلثوم کو معرفت
اس کا اس مال دے سکتے ہیں۔ پس آپ نے وہ جواہرات بیچ کر ایک دینار
اپنا بیوی کو دیدیا۔ اور باقی بیت المال میں داخل کر دیا۔

الفاروق میں شہادت نکاح ام کلثوم

فخر المحققین علامہ شبلی نعمانی اپنی مشہور آفاقی کتاب الفاروق کے صفحہ ۲۷۹ پر
اس نکاح کے متعلق یوں فرماتے ہیں: "آخر عمر میں ان کو دیکھنے حضرت عمرؓ کی
خیال ہوا کہ فائدہ ان نبوت سے تعلق بیہ الکریم۔ جو مزید شرف اور برکت کا سبب
تھا۔ چنانچہ حضرت امینہ سے ام کلثوم و ما کے لئے درخواست کی۔ جناب ممدوح
نے پہلے ام کلثوم و ما کی صغر سن کے سبب سے انکار کیا۔ لیکن حضرت عمرؓ نے
زیادہ تمنا ظاہر کی اور کہا کہ اس سے مجھ کو حصول شرف مقصود ہے تو جناب
امیر نے منظور فرمایا۔ اور مشاہدہ میں ۲۰ ہزار پر نکاح ہوا۔ اس تہذیب کا
واقعہ تمام محدث مؤرخوں نے یہ تفصیل لکھا ہے۔ علامہ طبری نے تاریخ کبیر
میں ابن جبران نے کتاب المشتقات میں۔ ابن قتیبہ نے معارف
میں۔ ابن اثیر نے کامل میں نہایت وضاحت سے لکھا ہے۔ کہ ام کلثوم
بنت فاطمہ الزہراء حضرت عمر و ما کی زوجہ تھیں۔ ایک دوسری ام کلثوم بھی ان
کی زوجہ تھیں۔ لیکن ان دونوں میں مورخوں نے صاف تصریح کی ہے۔ علامہ
طبری و ابن جبران و ابن قتیبہ کی تصریحات خود میری نظر سے گزری
ہیں۔ اور ان سے بڑھ کر تاریخی واقعات کے لئے اور کیا سند ہو سکتی ہے۔ وہ
عبادتیں اس موقع پر نقل کرتا ہوں۔ ثقاہت بن جبران ذکر خلافت عمر و ما
واقعات مشاہدہ میں ہے۔ شہر تہذیب عمر ابن کلثوم بنت علی ابن ابی طالب

وھی من فاطمہ و دخل بها فی شہر ذیقعد۔ معارف میں ابن قتیبہ
ذکر اولاد عمر میں ہے و فاطمہ و نرید امھا اور کلثوم بنت علی بن ابی طالب
من فاطمہ بنت رسول اللہ صلعم۔ اسد الغابہ فی احوال صحابہ ابن اثیر
میں جہاں حضرت ام کلثوم و ما کا حال لکھا ہے۔ تفصیل کے ساتھ اس کی تہذیب
کا واقعہ نقل کیا ہے۔ جس کو ہم تطویل کے خوف سے قلم انداز کرتے ہیں۔
جہاں مذکورہ بالا کے مسائل سے ہر ذی فہم پر ہر یدابہد بیگناہ۔ کہ ام کلثوم
کی تہذیب کے واقعہ کو اہلسنت والجماعت کی تمام معتد اور معتبر کتب میں بالیقین
روایت کیا گیا ہے۔ جو اس کی صحت و وقوع کا متکفل ہے۔ لیکن روافض کا یہ
مشہور کرنا کہ اہل حق کی کتب میں یہ واقعہ مذکور نہیں بلکہ خرب وہی کی خاطر
ہے۔ جس سے مقصود عرف اپنی عاجزی اور بے بسی کو چھپانا ہے۔

رد و سود سوم کہ صحیحین وغیرہ میں روایات نکاح نہیں

اخبار اہلسنت مثل فخر الدین رازی و عضد الدین صاحب موافق و علامہ
تقدی زانی و سید شریف و علامہ قوشچی شارح تجرید و فخر الخدوم صاحب ہمام
ثنا قید و حسام الدین برزنجی صاحب مرا فیض الروافض و ابن تیمیہ و ابن حزم و
محسن کشمیری و شیخ عبدالحی دہلوی وغیرہ طے نقل۔ ان سب کے بیانات سے
ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جو روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہ ہو وہ معتبر نہیں ہے بلکہ
بعض کے بیان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو روایت صحیح بخاری میں نہ ہو۔ اگرچہ صحیح
مسلم میں ہو وہ بھی صحیح نہیں اور روایات عقد مذکور نہ صحیحین میں
ہیں نہ دیگر صحاح ستہ میں۔ حالانکہ بنا بر تصریح مولوی حیدر علی صحیحین
میں دو سو دس سے زیادہ روایات ضعیف و موقوفات سے ہیں۔ باوجود ان
کے بھی روایات عقد مذکور کو نہیں لکھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ موقوفات
سے بھی ان روایات کا درجہ بڑھا ہوا ہے۔ (کنز الملتوم)

صحابہ میں بھی اس تہذیب کا ذکر موجود ہے

روافض کا یہ بیان بھی ان کی لاعلمی اور کذب و دروغ پر مشتمل ہے۔ اور

بالکل دایمی و پرمح ہے۔ حضرت شیخ علیہ الرحمۃ پر انہوں نے ایک بہتان عظیم باندھا اور افسوس کیا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ اور نیز دیگر ائمہ محدثین نے کسی جگہ نہیں فرمایا کہ جو روایت صحیح بخاری و مسلم میں نہ ہو وہ نامعتبر و غیر صحیح ہے۔ بلکہ شیخ علیہ الرحمۃ مقدمہ مشکوٰۃ شریف میں صاف تصریح فرماتے ہیں کہ احادیث صحیحہ بخاری و مسلم میں مختصر نہیں ہیں۔ اور نہ انہوں نے تمام صحاح کا احاطہ کر لیا ہے۔ بلکہ بعض صحیح احادیث بھی جو ان کے نزدیک ان کی شرطوں کے مطابق صحیح تھیں نہیں لائے ہیں۔ امام بخاری نے خود اس امر کی تصریح فرمائی ہے۔ کہ میں اس کتاب میں وہی احادیث لایا ہوں جو صحیح ہیں اور میں نے بہت سی صحیح حدیثوں کو چونکہ طوالت چھوڑ دیا ہے۔ علیٰ ہذا امام مسلم نے فرمایا ہے کہ میں جو احادیث اس کتاب میں لایا ہوں صحیح ہیں اور میں یہ نہیں کہتا کہ جن کو میں نے ترک کیا ہے ضعیف ہیں۔ ہم حدیثوں کی بحث میں پڑنا نہیں چاہتے لیکن رد و فعل کا اعتراض اٹھانے کے لئے اہم یہاں دو احادیث صحاح ستہ سے بھی نقل کر دیتے ہیں تاکہ انہیں معلوم ہو جائے کہ عقد مذکور کی نسبت ان کی درود بخانی و ذریعہ دہی کا پردہ یہاں بھی چاک ہو رہا ہے۔ چوں کہ عجب پر تعجب آتا ہے کہ ایک صحیح واقعہ کو چھپانے کے لئے رد و افضل نے اس قدر کذب بیانی سے کام لیا ہے۔ کہ اخلاق حسنة اس کے تصور سے کانپ رہے ہیں۔ خدا جانے مومنیت کی یہی شان ہو گی۔

۱) ترجمہ صحیح بخاری مطبوعہ دہلی پارہ نمبر چہارم کتاب الجہاد ص ۲۸
پرنسپل مین اہل مالک سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن خطابؓ نے مدینہ کی عورتوں
کو کچے چادریں تقسیم کی تھیں تو ایک نہایت عمدہ چادر نکلی۔ تو ان کے پاس
بیٹھنے والوں میں سے کسی نے کہا کہ اسے امیر المؤمنین یہ چادر آپ رسول خدا ﷺ
کی صاحبزادی (یعنی زاسی) کو جو آپ کے نکاح میں ہیں دیدیجئے۔ وہ لوگ
ام کلثومؓ رضی اللہ عنہا بنت علیؓ رضی اللہ عنہ کو فرا دیتے تھے تو حضرت عمرؓ نے کہا کہ ام سلیط
اس کی زیادہ مستحق ہیں۔ اور ام سلیط انصار سی خواتین میں سے تھیں جنہوں
نے رسول خدا ﷺ سے ہجرت کی تھی۔ حضرت عمرؓ نے کہا کہ وہ اُحد کے

وہ ہمارے لئے شکیں بھر بھر کے لاتی تھیں۔

(۲) نسائی شریف جلد اول صفحہ ۲۸۰ کتاب الجنازہ باب اجتماع جنازۃ الرجال والنساء میں ہے۔ اخبونا محمد بن رافع قال اخبرنا عبد اللہ بن علی عن ابن جریر قال سمعت نافعا بن عجمان عن ابن عمر رضی اللہ عنہما عن علی بن قیس عن حماد بن جمیع عن رجل من رجال یطون الامام والنسائیین القبلیہ ضفیفہن ضفا واحدا ووضعت جنازة ام كلثوم بنت علی امرأۃ تسمى من الخطاب وابن لها يقال لها نریذ بن امام نسائی اپنی تصحیح میں روایت ابن جریر کہتے ہیں۔ کہ کہا ابن جریر نے کہ نسائی نے نافع کو کہ وہ فرماتے ہیں کہ عبد اللہ بن عمر نے جنازوں کی اکٹھی نماز پڑھ لی۔ مہربوں کے جنازے کو امام کے قریب کیا اور غور توں کے جنازوں کو قبلہ کی طرف اور سب کی ایک صف بنائی۔ اور اُم کلثوم دختر علی کرم اللہ وجہہ جو حضرت عمر بن الخطابؓ کی زوجہ تھیں۔ اور ان کے بیٹے جن کو زید کہا جاتا تھا ان دونوں سے جنازہ ایک ساتھ رکھا گیا۔ اور حضرت سعید بن طاہر اس وقت امام تھے۔

روئے سومہ چہارم کہ روایات نکاح پر اعتبار نہ کرنا چاہئے

راویان حدیث عقدا م کلثوم مثل سفیان و زہیر بن یحییٰ وغیرہ سب کذاب و
مضاع و دشمن آل رسول ہیں۔ ایسے کاذبوں کا بیان کب معتبر ہو سکتا ہے اور
احادیث و روایات اس قدر مختلف فیہ واقع ہوئی ہیں کہ ان پر اختلاف و غیر ممکن ہے کہ کوئی
ہم بغرض محال روایات کی خاطر تسلیم کر لیتے ہیں کہ اس سنت و الجمادات کے
راویان حدیث عقدا م کلثوم معتبر اور عمدتہ تھے لیکن روایات کیوں اس قدر
میں پڑتے ہیں۔ وہ اپنے آل کی احادیث اور راویان حدیث کی طرف متوجہ ہوں
خواہ مخواہ مشہر کے اندیشہ میں گھلنا اور دوسروں کا غم کہا نا کہاں کی عقل کی جست
وہ اپنے گھر کی خبر لیں۔ اور دیکھیں کہ ان کے راوی ثقہ ہیں یا نہیں جس وقت وہ
یہ ثابت کر دیں گے کہ ان کے تمام راویان حدیث و مضاع و کذاب و رسل و رجال
اور دشمن خاندان رسول تھے۔ اور ان کے فقہاء اور محدثین اس قدر سادہ لوح

ماتے ہوئے تھے۔ کہ انہوں نے بغیر حرج و مرجہ ابن بکتر وغیرہ کی امامیہ مشائخات کو اپنی کتاب میں جھڑکی کر لیا۔ اور فقہی مسائل کا ان سے استخراج کیا جس پر دوافض اب بھی کار بند ہیں۔ تو آپس میں ضرورت لہ حق ہو گی کہ ہم اپنے ادا بان حدیث پر صریح و قاطع کر کے ثابت کر بیٹھیں کہ ہمارے محدثین نے فراہمی احادیث میں کس قدر انحراف کیا ہے۔ اور ادا بان کی لغات و صداقت کا کتنا بلند پایہ دکھا ہے۔ باقی رہا مسائل فقہی جو روایات کے پاس سے جاتے ہیں ان کی نسبت ہم یہ بیان کر دینا چاہتے ہیں کہ فقہی حجتوں میں کہیں بھی اختلاف واقع نہیں ہوا۔ بلکہ جزئی امور میں روایات واقعہ کی تفصیل پر ہم ہمیشہ فرو ہیں۔ اور یہ عقیدہ کے مخالف نہیں۔ احادیث منذرہ کثرت و متانی و استنباط۔ ومن لا یؤمل الفقیہ وغیرہ میں کسی جگہ اس نکاح کے متعلق کوئی متقدم یا متاخر قص اور جیسا کہ ہم چاہتے ہیں بیان کرانے ہیں۔ نہیں پایا جاتا۔ روایات کا اختلاف خود دوافض کا پیدا کردہ ہے۔ جنہوں نے اس واقعہ کی اہمیت اور پتے مزہب کا بطلان غور سے کرتے ہوئے دایہ تباہی بیانات باطل تحریفات۔ لایسنے کاویلات اور مضحکہ خیز نوچیاں سے اس واقعہ کو بالارادہ خلطاط کر کے ایک دوسرے پریشان بنانے کی کوشش کی ہے۔ اور اس نے شور و شغب برپا کیا ہے کہ آئندہ حق دہ جلد ہے۔ اور یہ امر ثابت نہ ہونے پائے۔ چنانچہ اس بارے میں ان کی تمام کوششیں تین دوروں پر منقسم ہوتی ہیں۔ ویرا اول میں ان کے اکابر نے بلا استثناء جن کا زمانہ قریب عہد آئمہ کے تھا۔ اس واقعہ کو تسلیم کیا ہے۔ دور دوم میں علماء روافض نے اس میں مخالفت و منازعت و تجویف و تہدید کی لم لگادی ہے۔ اور بعض نے یہ کہہ کر یہ نکاح حضرت عباس نے حمیرہ دستی سے کیا۔ جس سے حضرت امیر بانگل ہری الذمہ تھے۔ وور سوم میں روافض نے انکار بالکلیہ کا دھبہ گروانا اور کذب و ابطال کے دیوتا کی دلیلیں پر جید ساقی کرتے کرتے ماتھے گھسا دیئے۔ لیکن ان کے خیال میں یہ کلمات کاٹیکہ جو لگ چکا تھا نہ مٹا۔

روافض و موافقین کہ بوجہ شرکت امی محدثین کو مفالطہ ہوا

ام کلثوم بنت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہما جو اس بات عیس کے بغیر تھی اور حضرت علی کی ربیبہ تھی حضرت عثمان سے بیاہی گئی۔ لیکن بوجہ شرکت اسمی کے ام کلثوم کو جو حضرت علی اور حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی صاحبزادی تھیں۔ محدثین کو مفالطہ ہوا۔ (ام کلثوم) تفسیر شمار در اقص کا یہ دعوے بھی ان کی کذاب بیانی کی ایک روشنی دلیل ہے کہ ام کلثوم کو محمد بن ابی بکر کی حقیقی بیٹی اور حضرت علی کی ربیبہ قرار دینا حقیقت حال پر پردہ ڈالنے کی کوشش کر رہے ہیں۔ حالانکہ حضرت صدیق اکبر کی بیٹی ام کلثوم زبید بن عاصہ رضی اللہ عنہما کی بیٹی کے بغیر تھیں نہ کہ حضرت اسماء بنت عجم کے شکم سے جنہوں نے بعد از ولادت حضرت صدیق حضرت علی سے نکاح کیا جو کتاب المعارف ص ۱۱۱

تاریخ اس امر کا بھی شاہد ہے۔ کہ حضرت صدیق کا انتقال اس صاحبزادی کی ولادت سے پہلے ہو گیا تھا۔ اور وہ عذرا روقی میں نہایت صغیر سن تھیں اور ہرگز قابل شادی کے نہ تھیں۔ ان کا نکاح طلحہ بن عبید اللہ سے ہوا تھا۔ اور ان سے دو اولادیں ہوئیں۔ نوکر یا اور عائشہ بھر قلیہ بن عبید اللہ جب شہید ہوئے کہ ام کلثوم سے عبدالرحمن بن عبداللہ بن ابی ہبہ الخ و غیرہ۔ یہ عقد کر لیا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت عذرا روقی دو ازواج کی کنیت ام کلثوم ضرورت تھی۔ جن میں ایک کا نام طلیکہ بنت جبرول غزا عی تھا۔ جو زید المغیر اور حضرت عبید اللہ مشہور شجاع کی والدہ تھیں۔ اور انہیں حضرت فاروق اعظم نے اسلام نہ لانے کی وجہ سے طلاق دیدی تھی۔ اور دوسری کا نام جمیلہ بنت عامر بن ثابت تھا۔ اور ان کے بغیر سے حضرت عاصم و حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہما کے ناماء شوار ہوئے۔ کتاب المعارف ص ۱۱۱

الفرق کا شیعی مصنف بھی نکاح ام کلثوم کا قائل ہے

علامہ شبلی مرحوم کی تہذیب نام تصنیف الفاروقی کے جواب میں شیعی اثنا عشری مرزا عبد علی بیگ قزلباش نے ایک کتاب الفرق لکھی ہے۔ اور کتاب کو مشعل دکھائی ہے۔ اس کتاب کے حصہ دوم میں مصنف

کا اطلاق حضرت عمرؓ پر کس طرح ہو سکتا ہے۔ اگر فریقین کے باہمی معاہدے
 کے خلاف حضرت عمرؓ نے غلبہ کیا ہوتا تو بلا شک حضرت عمرؓ قابلِ مرافعہ
 قرار دیتے جلتے۔ لیکن بعض ارادہ امیرؓ کو ہر صاحبِ اولاد اپنی اولاد کی بہتری
 کے لئے سا چار سال پیشتر کرتے اور ہتھیار بٹاتے۔ حضرت عمرؓ کو سودا سرام
 بنانا ایک معنیہ نہ ہوتا تھا۔ دوسرے حکمرانوں نے بہت کچھ بہت سے
 رکھی ہے۔ ان کے بیان کے مطابق سیدہ طاہرہ کی عمر وقت نکاح دس برس کی تھی
 جس سے حضرت عثمانؓ ثابت ہوئی۔ بعد از روایات مذکورہ کو باطل غلط ہے اکل
 موضوعات میں سے قرار دیتے ہیں۔ عام طور پر لفظ صغیرہ کا اطلاق اس لڑکی پر
 کیا جاتا ہے جس میں آثارِ بلوغت ابھی عیاں نہ ہو سکے ہوں۔ اور ممکن ہے کہ
 بوقتِ شائستگی ہی حضرت ام کلثومؓ ابھی صغیرہ ہی ہوں۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ
 کی عمر بوقتِ نکاح ۶ سال تک بیان کی جاتی ہے۔ حالانکہ دعویٰ کی رسم لوسالی کی عمر
 میں داہنی ہے۔ صحیح یہ نہیں آتا کہ حضرت علیؓ پر بہتان کذب کس طرح قائم ہو سکے
 حضراتِ روافض حضرت علیؓ کے لفظ صغیرہ پر گرفت کرتے ہیں۔ اور اس کو کھیلنے
 کے لئے طرح طرح کے فریبوں سے کام لیتے ہیں۔ کہ کسی طرح قول حضرت علیؓ غلط
 اور ام کلثومؓ دم کی عمر بڑی ثابت ہو جائے۔ ہر رافضی اس معصومہ کو جوان ثابت
 کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی دس برس بتاتا ہے۔ کوئی ۱۶ برس اور کوئی ۲۰ برس
 ہر ایک قیامی ڈھکوسلے پیش کرتا ہے۔ اور یقینی طور پر نہیں بتلایا جاسکتا کہ ان
 کا سال ولادت کیا تھا۔ اگر مؤلف کتبِ مکتوم صلاً پر تسلیم کرتا ہے کہ آپ کی
 ولادت ششہ یا ششہ میں ہوئی۔ اور آپ کا نکاح ششہ سے منسلک ہے
 میں واقع ہوا۔ ہذا صغیرہ ہیں کہی جاسکتیں۔ پس بقول روافضی بھی سیدہ
 ام کلثومؓ کی عمر ۹ سے ۱۲ سال کی ہوتی ہے۔ اور کوئی عقلمند ہے جو اس عمر کی
 لڑکی کو صغیرہ نہ کہے۔ اگر بفرمانِ ممال گیارہ بارہ سال بھی عمر قرار دے دی
 جائے۔ جب بھی انہیں صغیرہ کہنا والد بزرگوار حضرت علیؓ کے لئے قابلِ گرفتہ
 نہیں ہو سکتا۔ ہم حیران ہیں کہ کسی کے صغیرہ یا کبیرہ ہونے سے نکاح پر جس کا
 انعقاد کتبِ فریقین سے ثابت ہے۔ کس طرح نقص عائد ہو سکتا ہے۔

علاوہ ازیں حضرت علیؓ نے جو کچھ بقول انفسہ تہذیب کے حامل تھے۔ اس لئے بعید از قیاس
 ہیں کہ اپنی صاحبزادی کو اپنے بھتیجیوں کیلئے مخفی کر رکھے اور
 ان کے صغر سن ہونے کا عذر بطور تہذیب ہی کیا ہو۔ نے تہذیب کے
 عالمو اسوج تو یہی کہ یہ ہتھیار جب آپ نے اپنے ہی مومنوں کے لئے بنایا
 ہے۔ تو جناب امیرؓ نے بھی اگر اس سے فائدہ اٹھایا تو کیا جرم کیا۔ نیز
 حضرت علیؓ نے اس شفقت پسندی کو مد نظر رکھتے ہوئے جس کا دوست
 دارین کو اپنی اولاد خواہ کس قدر بڑی ہو جائے۔ ہمیشہ چھوٹی ہی معلوم ہوتی
 ہے۔ اپنی دختر بلند اختر کو صغیرہ کہا ہو۔ اور با خصوصیت سے حالات میں جبکہ
 خواستگار ہی کریدہ الا ایک سن رسیدہ بزرگ تھا۔ جس کی کبر سن کے مقابلہ میں
 معصومہ کی عمر حقیقتاً کتنی کی مترادف تھی۔ تو اس میں کیا جھوٹ ہے۔ باقی
 دم معاملہ معصومہ کا جناب امیرؓ کے بھتیجیوں کے لئے مخفی ہو گیا سو یہ
 لفظ بھی خلیفہ چہارم کے خلاف کذب گوی کی دلیل نہیں ہے۔ نہایت قریب قیاس
 ہے۔ کہ آپ نے معصومہ کو اس غرض کے لئے مخفی کر رکھا ہو۔ اور آپ کی
 ولی خواہش بھی یہی ہو کہ معصومہ کا رشتہ اسی جگہ ہو جہاں آپ نے ارادہ
 کیا ہوا تھا۔ اور جہاں بوجہ سابقہ رشتہ طون آپ اس رشتے کو ترجیح بھی
 دیتے ہوں۔ لیکن ان سب باتوں کے موجود ہوتے ہوئے یہ کہاں سے
 ہویدا ہوتا ہے۔ کہ اگر جناب امیرؓ نے صغر سن اور اختصا ص کا عذر
 پیش کیا اور پھر اس پر قائم نہ رہے۔ تو عروا آپ نے جسٹ ہی بولا۔
 ارادے فتح ہوتے ہیں۔ خواہشات پروری نہیں ہوتیں۔ بتقدائے
 محبت حیزد کی اہلیت اور رنگ میں نظر آتی ہے۔ اگر یہ سب قطعی طور
 جناب ابوالحسنؓ رض سے تھا ہر جہوں تو انہیں جھوٹ پر محمول کیوں کیا جائے ا
وقتِ صغر کیوں گھٹاتے ہو بہ شہد میں ایوان ملتے ہو
 دوسرا گروہ روافض ان اصحاب پر مشتمل ہے۔ جو نکاح کا مقرر تو ضرور ہے
 لیکن اس مقصد کو معدوم کرنے کے لئے جو اس کا لازمی نتیجہ ہے۔ اس کی توجہات
 پر تامل ہوتا ہے۔ اور حسب ذیل تاویلات سے اپنی دیکھی کا سامان پیدا کرتا ہے

اول سیدہ معصومہ کو حضرت عمرؓ نے غصب کیا۔ اس قول کی تصدیق امام جہام کے ارشاد (جو اول الغنیمۃ غصبناہ) سے ہوتی ہے۔ اور جن کی تائید مزید سید مرتضیٰ علم الہدیٰ نے اور علامہ شوشتری کی تفسیر سچاوت سے ہدایت دہشہ ہونے پر ہے کہ حضرت امیرؓ نے یہ شہادت و حدیث خداوندی جن کی ہر ذکر اول ہو چکا ہے خداوندی اختیار کی۔ کیونکہ یہ مقدمہ ہو چکا تھا۔ اللہ جل جلالہ نے رسول مقبول صلعم کو اس کی خبر دیدی تھی۔ اور انہوں نے حضرت علیؓ سے اسے اقرار لے لیا تھا کہ وہ ان مواقع پر انتہائی مضبوط کو کام میں لائیں۔ تاکہ اسلام تباہی و فساد سے بچ جائے۔ اس تائید کے بموجب نے بزرگم خود حضرت عمرؓ کو ایک نہایت شیعہ جرم کا مجرم گرداننے کی ناپاک سعی تو بیشک کی ہے۔ لیکن اس جنون عداوت میں اسے ہرگز یہ محسوس نہیں ہوا کہ اس ضمن میں حضرت امیرؓ کی ذات مستودہ صفات پر کتنا مکروہ اور سفید بازہ حمل کیا گیا ہے۔ جس کی کم از کم سرور و جہان کے کلمہ گویان سے توقع نہیں ہو سکتی۔ یہ حفرات روافض ہی کو زیبا ہے کہ وہ شہر زبان سے آئندہ کرام کی بھی فصد کا رہی کریں۔ ان پر ناپاک الزام رکھیں اور پھر اسی سند سے صلے علیؓ کے غرے لگا کر فی الحقیقت ان کے زنجیروں پر تنگ پاشی کر کے اپنی شقاوت کی داد دیں۔ اس ناپاک الزام کی تردید کے لئے لایہدی ہے کہ ہم یہاں حضرت علیؓ کی ایک دورخی تصویر جو روافض نے کینچنے رکھی ہے۔ ناظرین کے سامنے پیش کریں۔ اور اس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کر کے دکھ دیں کہ دشمنان اہلبیت اپنے روافض نے حضرت علیؓ کو کرم اللہ وجہہ کی کس قدر توہین کی ہے۔ اور ان کی شجاعت۔ تہور۔ بسالت۔ غیرت اور قوت کا کیا مضحکہ اڑایا ہے۔

تصویر اول

پہلی تصویر میں جناب امیر شہید خدا۔ سرور اولیا۔ سند الاعلیٰ سید اولیاء۔ امام المشارق والمغرب کی شان میں جلوہ گر ہوئے ہیں۔ وہ

علی جنہوں نے کعبہ میں ولادت پائی۔ وہ علی جنہوں نے گہوارہ میں اولاد حاصل کی۔ وہ علی جنہوں نے یحییٰ بن مریمؑ کی کفر سے نینچ پڑنے سے اسلام کو اس دنیا میں قائم کیا۔ شیخ دین رسول اللہ صلعم سے جہان میں آجلا کر ملے والے۔ عمرو و مرحب کو چیلے والے۔ خیر کرکھاٹنے والے۔ دشمنوں کو ایک نگاہ سے ہلاک اور کف و عرب و عجم کو لرزہ بر اندام کر دیوالے۔ ہزار ہا جنوں کو دو کستی میں زیر و زبر کر دیوالے (فتحا کی مرقعوی صفت وغیرہ) و اما رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جنہیں کے والد بزرگوار۔ رسول صلعم کے برادر نامدار۔ مظہر عجائبات غرائب۔ وہ علیؓ رہے کہ وہ جن کی آواز اور برکت جن کا چاہک ہے۔ وہ علیؓ جن سے خدا کرے کے باعث ابوالبشر حدیث بیان حضرت آدمؑ جنت سے نکلنے گئے (جہات القلوب جلد اول صفت دینی) یونس علیہ السلام شکم باہر ہیں گئے حضرت یوسفؑ چاہ کنعان میں مجبوس ہوئے۔ حضرت ایوبؑ بیماری میں مبتلا ہوئے۔ جن کے طفیل حضرت موسیٰؑ نے رد و میل سے سلامتی حاصل کی۔ نوحؑ کی کشتی اٹاک پر پہنچی جن کے مدد سے حضرت ابراہیمؑ علیہ السلام پر آگ گھونٹا ہوئی۔ وہ علیؓ رہے جن کا گہوارہ ملائکہ ہلاتے رہے۔ وہ علیؓ فاجن کے لئے خدا نے آسمان سے ذوالفقار آگاری۔ وہ علیؓ رہے جو قیم النور والجد تھے۔ وہ علیؓ جن کی ذات قدرت خدا کی نشانی اور جن کا وجود عظمت و جلال الہی کا نمونہ تھا۔ وہ علیؓ رہے جن کا اتھ خدا کا لٹھ اور جن کا نفس نفس رسول صلعم تھا بلکہ وہ علیؓ جس نے کونین کو ایجا دیا۔ خیمہ گردوں کو بے چوب دستوں کھڑا کیا۔ روحوں کا قابض۔ اجساد کا قاتی۔ رسولوں کا نامہ اور فرشتوں کا استاذ بنادلفانی مرتضوی صفت۔ لیکن بایشہاد و محافت و کمالات ظاہری و باطنی اللہ پاک کی شان بے نیازی دیکھئے کہ ایک شخص (عمر بن الخطابؓ) جس نے بارہا حضرت امیرؓ کے سامنے اپنے عجز و انکسار کا اعتراف کیا۔ ہر وہ شخص جو پھر و حضرت علیؓ کی زیارت کے لرزہ بر اندام رہا ہو۔ وہ شخص جس نے کئی دفعہ اللہ و رسول کا واسطہ دیکر شیعہ خدا سے اپنی جان بچائی ہو۔ وہ شخص جو حضرت امیرؓ کے خوف سے چھپتا پھرا اور صحابہ رسول کی شفاعت کا طلبگار ہوا ہو۔ ہر وہ شخص

وہی شخص حضرت امیر کی رو کی غصب کرے۔ اسے چھ سال تک اپنے ان رو کے رکھے۔ اور اس سے اولاد بھی پیدا کرے۔ لیکن حضرت امیر کو یہ تدرت حاصل نہ ہو کہ اپنے بزرگوار کو اس کے غلبہ کے پتھر سے غلبی دلاویں۔ وہ ذو الفقار جو حضرت عباسؓ کے پرانا لڑکے کے ساتھ ہیں نیام سے ٹپ کر رکھ لیں تھی۔ اس واقعہ سے ذرا غریبی جنبش نہ کیا۔ وہ قوت جس نے حیران کیل کے پرکاٹے اور حضرت جبر کو دو ٹوک سے کہا تھا (افشاں مرتضوی ص ۳۲) اس قدر مغلوب ہوئے کہ اس کا عدم وجود برابر ہو گیا۔ وہ کرامت جس نے دنیا کو جویت کر رکھا تھا خود تصویر حیران بنی حضرت امیر کی وہ قیام رسول جن کے شہرہ چار انگ عالم میں تھا۔ اولاد رسول نام کلمہ کے کچھ کام نہ آئی۔ آخر یہ تمام کمالات کس دن کے تھے حضرت امیر نے اٹھا رکھے تھے۔ اور اس سے زیادہ نادر وقت ان کی غیرت و امتحان کا اور کون تھا؟ یہ معاملہ تو تنگ و ناموس کا تھا جس پر ادنیٰ لڑائی سے آدمی بھی مائل بہ جدال و قتال ہو جاتے ہیں لیکن بقول رد افعل ایسے تنگ و ناموس کے معاملات میں ایک حضرت علیؓ کی ہستی تھی جو کبھی متاثر نہ ہوتی ہم یہ بھی بقول رد افعل فرمائیے کہ اگر دینیت رسول صلعم نے حضرت علیؓ کو بیدست و پا نہ کر دیا ہوتا تو وہ ضرور جوہر ذو الفقار دکھاتے اور دنیا پر واضح کر دیتے کہ ان پرست جانواریے کیسے ہوتے ہیں لیکن کیا حضرت حسن مجتبیٰ اور حضرت حسین شہید کربلا کی جوانی۔ حجت دینی اور غیرت نسبہ بھی اس بات کی تقاضی نہ تھی کہ وہ شمشیر بکف ہو جاتے اور اپنی ہمیشہ عزیزہ کی عصمت پر حزن نہ آنے دیتے اور حضرت ام کلثومؓ رہنا کو غلبی دلا کر حضرت خاتون قیامت کی روح کو خوش اور شیریں کا حق ادا فرماتے۔ یا کیا تمام نبواۃ

اللہ جناب ہوں یہ لدا علیؓ کے لئے انہیں رد افعل عام سلام میں کی ایک کتابا مایہ کے حوالے سے کہتے ہیں کہ حضرت علیؓ نے تیس سال خلافت میں حضرت عباسؓ کے گھر کے نیچے سے گزرتے تھے ہر بار ان سے چھتیس لکھ کوٹ پر پڑیں حضرت علیؓ نے اسے اکٹھا کر دیا حضرت عباسؓ نے اسے حضرت علیؓ سے شکایت کی آپ موقع پر ذو الفقار سے بچنے اور پرانا بچھڑا لیا۔ اور فرمایا کہ قسم ہے خدا کی اگر تمام اہل زمین مجھ سے بخشنے میں پیش آئیں تو سب کو قتل کر دوں گا۔

سناؤ اللہ اس قدر آبرو یافتہ ہو چکے تھے کہ انہوں نے اس واقعہ پر ضعیف سی حد تک احتجاج بھی بلند نہ کی۔ اگر حقیقت حال یہ ہے۔ تو میں سمجھ لینا چاہئے کہ نبوۃ انتم کی عزت و شرافت۔ غیرت۔ جمیعت اور اسلام کی تمام داستانیں ایک طلسم پر خیر ہوں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تمام رد افعل کے چوڑے ہونے کے لئے لخواہ مجبور ہوا کرتا تھا و مفسدات ہیں۔ اور جی یہی ہے کہ حضرت علیؓ نے یہ نکاح بہ طیب خاطر کیا اور حضرت عمرؓ کی محبت کو بقول حضرت رسول صلعم جزا جان خیال کیا۔

تصویر دوم

دوسری تصویر جو رد افعل نے حضرت علیؓ کی کشتی سے وہ ہے کہ وہ تمام عمر مغلوب و مقہور رہے۔ اور اگر رسول خدا صلعم ان کی مخالفت و مہمانت نظر کرتے تو وہ کبھی کے شہید ہو جاتے یا خدا جانے کیا مصیبت آتی۔ ان کی دشمنی اس قدر عام تھی کہ جناب رسالت صلعم کے واصل ہوتے ہی تمام مسلمان ان سے برگشتہ ہو گئے۔ اور انہیں سوائے خانہ نشینی اور صل قرآن گم کر دینے کے اور کوئی چارہ نہ رہا۔ و جلاوالعیون صلعم یہ حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ جنہیں رسول خدا صلعم نے بمقام غدیر خلیفہ بلا فصل نامزد فرمایا لیکن رسول صلعم کے بعد تین آدمیوں کے سوا کسی شخص نے بھی اس کی تصدیق نہ کی۔ (جلاوالعیون ص ۱۸) یہ حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ جنہوں نے حصول خلافت کے لئے اپنی بی بی حضرت خاتون قیامت کو ایک دراز گوش (گدھے) پر سوار کیا اور ہر صبح صبحی کے دروازے پر بیٹھے۔ اور طلب بدو ہوئے۔ لیکن کوئی بھی ان کی مواسات کو نہ اٹھا دینیت حیدر یہ حضرت علیؓ زندہ ہیں کہ ان کی گردن میں رسی ڈال کر سب بازار گھسیٹ گئے۔ اور ان سے یہ جبر بیعت لی گئی۔ اور انہوں نے تسلیم خم کیا۔ جلاوالعیون ص ۱۸ و ص ۱۹ و ص ۲۰ و ص ۲۱ و ص ۲۲ و ص ۲۳ و ص ۲۴ و ص ۲۵ و ص ۲۶ و ص ۲۷ و ص ۲۸ و ص ۲۹ و ص ۳۰ و ص ۳۱ و ص ۳۲ و ص ۳۳ و ص ۳۴ و ص ۳۵ و ص ۳۶ و ص ۳۷ و ص ۳۸ و ص ۳۹ و ص ۴۰ و ص ۴۱ و ص ۴۲ و ص ۴۳ و ص ۴۴ و ص ۴۵ و ص ۴۶ و ص ۴۷ و ص ۴۸ و ص ۴۹ و ص ۵۰ و ص ۵۱ و ص ۵۲ و ص ۵۳ و ص ۵۴ و ص ۵۵ و ص ۵۶ و ص ۵۷ و ص ۵۸ و ص ۵۹ و ص ۶۰ و ص ۶۱ و ص ۶۲ و ص ۶۳ و ص ۶۴ و ص ۶۵ و ص ۶۶ و ص ۶۷ و ص ۶۸ و ص ۶۹ و ص ۷۰ و ص ۷۱ و ص ۷۲ و ص ۷۳ و ص ۷۴ و ص ۷۵ و ص ۷۶ و ص ۷۷ و ص ۷۸ و ص ۷۹ و ص ۸۰ و ص ۸۱ و ص ۸۲ و ص ۸۳ و ص ۸۴ و ص ۸۵ و ص ۸۶ و ص ۸۷ و ص ۸۸ و ص ۸۹ و ص ۹۰ و ص ۹۱ و ص ۹۲ و ص ۹۳ و ص ۹۴ و ص ۹۵ و ص ۹۶ و ص ۹۷ و ص ۹۸ و ص ۹۹ و ص ۱۰۰ و ص ۱۰۱ و ص ۱۰۲ و ص ۱۰۳ و ص ۱۰۴ و ص ۱۰۵ و ص ۱۰۶ و ص ۱۰۷ و ص ۱۰۸ و ص ۱۰۹ و ص ۱۱۰ و ص ۱۱۱ و ص ۱۱۲ و ص ۱۱۳ و ص ۱۱۴ و ص ۱۱۵ و ص ۱۱۶ و ص ۱۱۷ و ص ۱۱۸ و ص ۱۱۹ و ص ۱۲۰ و ص ۱۲۱ و ص ۱۲۲ و ص ۱۲۳ و ص ۱۲۴ و ص ۱۲۵ و ص ۱۲۶ و ص ۱۲۷ و ص ۱۲۸ و ص ۱۲۹ و ص ۱۳۰ و ص ۱۳۱ و ص ۱۳۲ و ص ۱۳۳ و ص ۱۳۴ و ص ۱۳۵ و ص ۱۳۶ و ص ۱۳۷ و ص ۱۳۸ و ص ۱۳۹ و ص ۱۴۰ و ص ۱۴۱ و ص ۱۴۲ و ص ۱۴۳ و ص ۱۴۴ و ص ۱۴۵ و ص ۱۴۶ و ص ۱۴۷ و ص ۱۴۸ و ص ۱۴۹ و ص ۱۵۰ و ص ۱۵۱ و ص ۱۵۲ و ص ۱۵۳ و ص ۱۵۴ و ص ۱۵۵ و ص ۱۵۶ و ص ۱۵۷ و ص ۱۵۸ و ص ۱۵۹ و ص ۱۶۰ و ص ۱۶۱ و ص ۱۶۲ و ص ۱۶۳ و ص ۱۶۴ و ص ۱۶۵ و ص ۱۶۶ و ص ۱۶۷ و ص ۱۶۸ و ص ۱۶۹ و ص ۱۷۰ و ص ۱۷۱ و ص ۱۷۲ و ص ۱۷۳ و ص ۱۷۴ و ص ۱۷۵ و ص ۱۷۶ و ص ۱۷۷ و ص ۱۷۸ و ص ۱۷۹ و ص ۱۸۰ و ص ۱۸۱ و ص ۱۸۲ و ص ۱۸۳ و ص ۱۸۴ و ص ۱۸۵ و ص ۱۸۶ و ص ۱۸۷ و ص ۱۸۸ و ص ۱۸۹ و ص ۱۹۰ و ص ۱۹۱ و ص ۱۹۲ و ص ۱۹۳ و ص ۱۹۴ و ص ۱۹۵ و ص ۱۹۶ و ص ۱۹۷ و ص ۱۹۸ و ص ۱۹۹ و ص ۲۰۰ و ص ۲۰۱ و ص ۲۰۲ و ص ۲۰۳ و ص ۲۰۴ و ص ۲۰۵ و ص ۲۰۶ و ص ۲۰۷ و ص ۲۰۸ و ص ۲۰۹ و ص ۲۱۰ و ص ۲۱۱ و ص ۲۱۲ و ص ۲۱۳ و ص ۲۱۴ و ص ۲۱۵ و ص ۲۱۶ و ص ۲۱۷ و ص ۲۱۸ و ص ۲۱۹ و ص ۲۲۰ و ص ۲۲۱ و ص ۲۲۲ و ص ۲۲۳ و ص ۲۲۴ و ص ۲۲۵ و ص ۲۲۶ و ص ۲۲۷ و ص ۲۲۸ و ص ۲۲۹ و ص ۲۳۰ و ص ۲۳۱ و ص ۲۳۲ و ص ۲۳۳ و ص ۲۳۴ و ص ۲۳۵ و ص ۲۳۶ و ص ۲۳۷ و ص ۲۳۸ و ص ۲۳۹ و ص ۲۴۰ و ص ۲۴۱ و ص ۲۴۲ و ص ۲۴۳ و ص ۲۴۴ و ص ۲۴۵ و ص ۲۴۶ و ص ۲۴۷ و ص ۲۴۸ و ص ۲۴۹ و ص ۲۵۰ و ص ۲۵۱ و ص ۲۵۲ و ص ۲۵۳ و ص ۲۵۴ و ص ۲۵۵ و ص ۲۵۶ و ص ۲۵۷ و ص ۲۵۸ و ص ۲۵۹ و ص ۲۶۰ و ص ۲۶۱ و ص ۲۶۲ و ص ۲۶۳ و ص ۲۶۴ و ص ۲۶۵ و ص ۲۶۶ و ص ۲۶۷ و ص ۲۶۸ و ص ۲۶۹ و ص ۲۷۰ و ص ۲۷۱ و ص ۲۷۲ و ص ۲۷۳ و ص ۲۷۴ و ص ۲۷۵ و ص ۲۷۶ و ص ۲۷۷ و ص ۲۷۸ و ص ۲۷۹ و ص ۲۸۰ و ص ۲۸۱ و ص ۲۸۲ و ص ۲۸۳ و ص ۲۸۴ و ص ۲۸۵ و ص ۲۸۶ و ص ۲۸۷ و ص ۲۸۸ و ص ۲۸۹ و ص ۲۹۰ و ص ۲۹۱ و ص ۲۹۲ و ص ۲۹۳ و ص ۲۹۴ و ص ۲۹۵ و ص ۲۹۶ و ص ۲۹۷ و ص ۲۹۸ و ص ۲۹۹ و ص ۳۰۰ و ص ۳۰۱ و ص ۳۰۲ و ص ۳۰۳ و ص ۳۰۴ و ص ۳۰۵ و ص ۳۰۶ و ص ۳۰۷ و ص ۳۰۸ و ص ۳۰۹ و ص ۳۱۰ و ص ۳۱۱ و ص ۳۱۲ و ص ۳۱۳ و ص ۳۱۴ و ص ۳۱۵ و ص ۳۱۶ و ص ۳۱۷ و ص ۳۱۸ و ص ۳۱۹ و ص ۳۲۰ و ص ۳۲۱ و ص ۳۲۲ و ص ۳۲۳ و ص ۳۲۴ و ص ۳۲۵ و ص ۳۲۶ و ص ۳۲۷ و ص ۳۲۸ و ص ۳۲۹ و ص ۳۳۰ و ص ۳۳۱ و ص ۳۳۲ و ص ۳۳۳ و ص ۳۳۴ و ص ۳۳۵ و ص ۳۳۶ و ص ۳۳۷ و ص ۳۳۸ و ص ۳۳۹ و ص ۳۴۰ و ص ۳۴۱ و ص ۳۴۲ و ص ۳۴۳ و ص ۳۴۴ و ص ۳۴۵ و ص ۳۴۶ و ص ۳۴۷ و ص ۳۴۸ و ص ۳۴۹ و ص ۳۵۰ و ص ۳۵۱ و ص ۳۵۲ و ص ۳۵۳ و ص ۳۵۴ و ص ۳۵۵ و ص ۳۵۶ و ص ۳۵۷ و ص ۳۵۸ و ص ۳۵۹ و ص ۳۶۰ و ص ۳۶۱ و ص ۳۶۲ و ص ۳۶۳ و ص ۳۶۴ و ص ۳۶۵ و ص ۳۶۶ و ص ۳۶۷ و ص ۳۶۸ و ص ۳۶۹ و ص ۳۷۰ و ص ۳۷۱ و ص ۳۷۲ و ص ۳۷۳ و ص ۳۷۴ و ص ۳۷۵ و ص ۳۷۶ و ص ۳۷۷ و ص ۳۷۸ و ص ۳۷۹ و ص ۳۸۰ و ص ۳۸۱ و ص ۳۸۲ و ص ۳۸۳ و ص ۳۸۴ و ص ۳۸۵ و ص ۳۸۶ و ص ۳۸۷ و ص ۳۸۸ و ص ۳۸۹ و ص ۳۹۰ و ص ۳۹۱ و ص ۳۹۲ و ص ۳۹۳ و ص ۳۹۴ و ص ۳۹۵ و ص ۳۹۶ و ص ۳۹۷ و ص ۳۹۸ و ص ۳۹۹ و ص ۴۰۰ و ص ۴۰۱ و ص ۴۰۲ و ص ۴۰۳ و ص ۴۰۴ و ص ۴۰۵ و ص ۴۰۶ و ص ۴۰۷ و ص ۴۰۸ و ص ۴۰۹ و ص ۴۱۰ و ص ۴۱۱ و ص ۴۱۲ و ص ۴۱۳ و ص ۴۱۴ و ص ۴۱۵ و ص ۴۱۶ و ص ۴۱۷ و ص ۴۱۸ و ص ۴۱۹ و ص ۴۲۰ و ص ۴۲۱ و ص ۴۲۲ و ص ۴۲۳ و ص ۴۲۴ و ص ۴۲۵ و ص ۴۲۶ و ص ۴۲۷ و ص ۴۲۸ و ص ۴۲۹ و ص ۴۳۰ و ص ۴۳۱ و ص ۴۳۲ و ص ۴۳۳ و ص ۴۳۴ و ص ۴۳۵ و ص ۴۳۶ و ص ۴۳۷ و ص ۴۳۸ و ص ۴۳۹ و ص ۴۴۰ و ص ۴۴۱ و ص ۴۴۲ و ص ۴۴۳ و ص ۴۴۴ و ص ۴۴۵ و ص ۴۴۶ و ص ۴۴۷ و ص ۴۴۸ و ص ۴۴۹ و ص ۴۵۰ و ص ۴۵۱ و ص ۴۵۲ و ص ۴۵۳ و ص ۴۵۴ و ص ۴۵۵ و ص ۴۵۶ و ص ۴۵۷ و ص ۴۵۸ و ص ۴۵۹ و ص ۴۶۰ و ص ۴۶۱ و ص ۴۶۲ و ص ۴۶۳ و ص ۴۶۴ و ص ۴۶۵ و ص ۴۶۶ و ص ۴۶۷ و ص ۴۶۸ و ص ۴۶۹ و ص ۴۷۰ و ص ۴۷۱ و ص ۴۷۲ و ص ۴۷۳ و ص ۴۷۴ و ص ۴۷۵ و ص ۴۷۶ و ص ۴۷۷ و ص ۴۷۸ و ص ۴۷۹ و ص ۴۸۰ و ص ۴۸۱ و ص ۴۸۲ و ص ۴۸۳ و ص ۴۸۴ و ص ۴۸۵ و ص ۴۸۶ و ص ۴۸۷ و ص ۴۸۸ و ص ۴۸۹ و ص ۴۹۰ و ص ۴۹۱ و ص ۴۹۲ و ص ۴۹۳ و ص ۴۹۴ و ص ۴۹۵ و ص ۴۹۶ و ص ۴۹۷ و ص ۴۹۸ و ص ۴۹۹ و ص ۵۰۰ و ص ۵۰۱ و ص ۵۰۲ و ص ۵۰۳ و ص ۵۰۴ و ص ۵۰۵ و ص ۵۰۶ و ص ۵۰۷ و ص ۵۰۸ و ص ۵۰۹ و ص ۵۱۰ و ص ۵۱۱ و ص ۵۱۲ و ص ۵۱۳ و ص ۵۱۴ و ص ۵۱۵ و ص ۵۱۶ و ص ۵۱۷ و ص ۵۱۸ و ص ۵۱۹ و ص ۵۲۰ و ص ۵۲۱ و ص ۵۲۲ و ص ۵۲۳ و ص ۵۲۴ و ص ۵۲۵ و ص ۵۲۶ و ص ۵۲۷ و ص ۵۲۸ و ص ۵۲۹ و ص ۵۳۰ و ص ۵۳۱ و ص ۵۳۲ و ص ۵۳۳ و ص ۵۳۴ و ص ۵۳۵ و ص ۵۳۶ و ص ۵۳۷ و ص ۵۳۸ و ص ۵۳۹ و ص ۵۴۰ و ص ۵۴۱ و ص ۵۴۲ و ص ۵۴۳ و ص ۵۴۴ و ص ۵۴۵ و ص ۵۴۶ و ص ۵۴۷ و ص ۵۴۸ و ص ۵۴۹ و ص ۵۵۰ و ص ۵۵۱ و ص ۵۵۲ و ص ۵۵۳ و ص ۵۵۴ و ص ۵۵۵ و ص ۵۵۶ و ص ۵۵۷ و ص ۵۵۸ و ص ۵۵۹ و ص ۵۶۰ و ص ۵۶۱ و ص ۵۶۲ و ص ۵۶۳ و ص ۵۶۴ و ص ۵۶۵ و ص ۵۶۶ و ص ۵۶۷ و ص ۵۶۸ و ص ۵۶۹ و ص ۵۷۰ و ص ۵۷۱ و ص ۵۷۲ و ص ۵۷۳ و ص ۵۷۴ و ص ۵۷۵ و ص ۵۷۶ و ص ۵۷۷ و ص ۵۷۸ و ص ۵۷۹ و ص ۵۸۰ و ص ۵۸۱ و ص ۵۸۲ و ص ۵۸۳ و ص ۵۸۴ و ص ۵۸۵ و ص ۵۸۶ و ص ۵۸۷ و ص ۵۸۸ و ص ۵۸۹ و ص ۵۹۰ و ص ۵۹۱ و ص ۵۹۲ و ص ۵۹۳ و ص ۵۹۴ و ص ۵۹۵ و ص ۵۹۶ و ص ۵۹۷ و ص ۵۹۸ و ص ۵۹۹ و ص ۶۰۰ و ص ۶۰۱ و ص ۶۰۲ و ص ۶۰۳ و ص ۶۰۴ و ص ۶۰۵ و ص ۶۰۶ و ص ۶۰۷ و ص ۶۰۸ و ص ۶۰۹ و ص ۶۱۰ و ص ۶۱۱ و ص ۶۱۲ و ص ۶۱۳ و ص ۶۱۴ و ص ۶۱۵ و ص ۶۱۶ و ص ۶۱۷ و ص ۶۱۸ و ص ۶۱۹ و ص ۶۲۰ و ص ۶۲۱ و ص ۶۲۲ و ص ۶۲۳ و ص ۶۲۴ و ص ۶۲۵ و ص ۶۲۶ و ص ۶۲۷ و ص ۶۲۸ و ص ۶۲۹ و ص ۶۳۰ و ص ۶۳۱ و ص ۶۳۲ و ص ۶۳۳ و ص ۶۳۴ و ص ۶۳۵ و ص ۶۳۶ و ص ۶۳۷ و ص ۶۳۸ و ص ۶۳۹ و ص ۶۴۰ و ص ۶۴۱ و ص ۶۴۲ و ص ۶۴۳ و ص ۶۴۴ و ص ۶۴۵ و ص ۶۴۶ و ص ۶۴۷ و ص ۶۴۸ و ص ۶۴۹ و ص ۶۵۰ و ص ۶۵۱ و ص ۶۵۲ و ص ۶۵۳ و ص ۶۵۴ و ص ۶۵۵ و ص ۶۵۶ و ص ۶۵۷ و ص ۶۵۸ و ص ۶۵۹ و ص ۶۶۰ و ص ۶۶۱ و ص ۶۶۲ و ص ۶۶۳ و ص ۶۶۴ و ص ۶۶۵ و ص ۶۶۶ و ص ۶۶۷ و ص ۶۶۸ و ص ۶۶۹ و ص ۶۷۰ و ص ۶۷۱ و ص ۶۷۲ و ص ۶۷۳ و ص ۶۷۴ و ص ۶۷۵ و ص ۶۷۶ و ص ۶۷۷ و ص ۶۷۸ و ص ۶۷۹ و ص ۶۸۰ و ص ۶۸۱ و ص ۶۸۲ و ص ۶۸۳ و ص ۶۸۴ و ص ۶۸۵ و ص ۶۸۶ و ص ۶۸۷ و ص ۶۸۸ و ص ۶۸۹ و ص ۶۹۰ و ص ۶۹۱ و ص ۶۹۲ و ص ۶۹۳ و ص ۶۹۴ و ص ۶۹۵ و ص ۶۹۶ و ص ۶۹۷ و ص ۶۹۸ و ص ۶۹۹ و ص ۷۰۰ و ص ۷۰۱ و ص ۷۰۲ و ص ۷۰۳ و ص ۷۰۴ و ص ۷۰۵ و ص ۷۰۶ و ص ۷۰۷ و ص ۷۰۸ و ص ۷۰۹ و ص ۷۱۰ و ص ۷۱۱ و ص ۷۱۲ و ص ۷۱۳ و ص ۷۱۴ و ص ۷۱۵ و ص ۷۱۶ و ص ۷۱۷ و ص ۷۱۸ و ص ۷۱۹ و ص ۷۲۰ و ص ۷۲۱ و ص ۷۲۲ و ص ۷۲۳ و ص ۷۲۴ و ص ۷۲۵ و ص ۷۲۶ و ص ۷۲۷ و ص ۷۲۸ و ص ۷۲۹ و ص ۷۳۰ و ص ۷۳۱ و ص ۷۳۲ و ص ۷۳۳ و ص ۷۳۴ و ص ۷۳۵ و ص ۷۳۶ و ص ۷۳۷ و ص ۷۳۸ و ص ۷۳۹ و ص ۷۴۰ و ص ۷۴۱ و ص ۷۴۲ و ص ۷۴۳ و ص ۷۴۴ و ص ۷۴۵ و ص ۷۴۶ و ص ۷۴۷ و ص ۷۴۸ و ص ۷۴۹ و ص ۷۵۰ و ص ۷۵۱ و ص ۷۵۲ و ص ۷۵۳ و ص ۷۵۴ و ص ۷۵۵ و ص ۷۵۶ و ص ۷۵۷ و ص ۷۵۸ و ص ۷۵۹ و ص ۷۶۰ و ص ۷۶۱ و ص ۷۶۲ و ص ۷۶۳ و ص ۷۶۴ و ص ۷۶۵ و ص ۷۶۶ و ص ۷۶۷ و ص ۷۶۸ و ص ۷۶۹ و ص ۷۷۰ و ص ۷۷۱ و ص ۷۷۲ و ص ۷۷۳ و ص ۷۷۴ و ص ۷۷۵ و ص ۷۷۶ و ص ۷۷۷ و ص ۷۷۸ و ص ۷۷۹ و ص ۷۸۰ و ص ۷۸۱ و ص ۷۸۲ و ص ۷۸۳ و ص ۷۸۴ و ص ۷۸۵ و ص ۷۸۶ و ص ۷۸۷ و ص ۷۸۸ و ص ۷۸۹ و ص ۷۹۰ و ص ۷۹۱ و ص ۷۹۲ و ص ۷۹۳ و ص ۷۹۴ و ص ۷۹۵ و ص ۷۹۶ و ص ۷۹۷ و ص ۷۹۸ و ص ۷۹۹ و ص ۸۰۰ و ص ۸۰۱ و ص ۸۰۲ و ص ۸۰۳ و ص ۸۰۴ و ص ۸۰۵ و ص ۸۰۶ و ص ۸۰۷ و ص ۸۰۸ و ص ۸۰۹ و ص ۸۱۰ و ص ۸۱۱ و ص ۸۱۲ و ص ۸۱۳ و ص ۸۱۴ و ص ۸۱۵ و ص ۸۱۶ و ص ۸۱۷ و ص ۸۱۸ و ص ۸۱۹ و ص ۸۲۰ و ص ۸۲۱ و ص ۸۲۲ و ص ۸۲۳ و ص ۸۲۴ و ص ۸۲۵ و ص ۸۲۶ و ص ۸۲۷ و ص ۸۲۸ و ص ۸۲۹ و ص ۸۳۰ و ص ۸۳۱ و ص ۸۳۲ و ص ۸۳۳ و ص ۸۳۴ و ص ۸۳۵ و ص ۸۳۶ و ص ۸۳۷ و ص ۸۳۸ و ص ۸۳۹ و ص ۸۴۰ و ص ۸۴۱ و ص ۸۴۲ و ص ۸۴۳ و ص ۸۴۴ و ص ۸۴۵ و ص ۸۴۶ و ص ۸۴۷ و ص ۸۴۸ و ص ۸۴۹ و ص ۸۵۰ و ص ۸۵۱ و ص ۸۵۲ و ص ۸۵۳ و ص ۸۵۴ و ص ۸۵۵ و ص ۸۵۶ و ص ۸۵۷ و ص ۸۵۸ و ص ۸۵۹ و ص ۸۶۰ و ص ۸۶۱ و ص ۸۶۲ و ص ۸۶۳ و ص ۸۶۴ و ص ۸۶۵ و ص ۸۶۶ و ص ۸۶۷ و ص ۸۶۸ و ص ۸۶۹ و ص ۸۷۰ و ص ۸۷۱ و ص ۸۷۲ و ص ۸۷۳ و ص ۸۷۴ و ص ۸۷۵ و ص ۸۷۶ و ص ۸۷۷ و ص ۸۷۸ و ص ۸۷۹ و ص ۸۸۰ و ص ۸۸۱ و ص ۸۸۲ و ص ۸۸۳ و ص ۸۸۴ و ص ۸۸۵ و ص ۸۸۶ و ص ۸۸۷ و ص ۸۸۸ و ص ۸۸۹ و ص ۸۹۰ و ص ۸۹۱ و ص ۸۹۲ و ص ۸۹۳ و ص ۸۹۴ و ص ۸۹۵ و ص ۸۹۶ و ص ۸۹۷ و ص ۸۹۸ و ص ۸۹۹ و ص ۹۰۰ و ص ۹۰۱ و ص ۹۰۲ و ص ۹۰۳ و ص ۹۰۴ و ص ۹۰۵ و ص ۹۰۶ و ص ۹۰۷ و ص ۹۰۸ و ص ۹۰۹ و ص ۹۱۰ و ص ۹۱۱ و ص ۹۱۲ و ص ۹۱۳ و ص ۹۱۴ و ص ۹۱۵ و ص ۹۱۶ و ص ۹۱۷ و ص ۹۱۸ و ص ۹۱۹ و ص ۹۲۰ و ص ۹۲۱ و ص ۹۲۲ و ص ۹۲۳ و ص ۹۲۴ و ص ۹۲۵ و ص ۹۲۶ و ص ۹۲۷ و ص ۹۲۸ و ص ۹۲۹ و ص ۹۳۰ و ص ۹۳۱ و ص ۹۳۲ و ص ۹۳۳ و ص ۹۳۴ و ص ۹۳۵ و ص ۹۳۶ و ص ۹۳۷ و ص ۹۳۸ و ص ۹۳۹ و ص ۹۴۰ و ص ۹۴۱ و ص ۹۴۲ و ص ۹۴۳ و ص ۹۴۴ و ص ۹۴۵ و ص ۹۴۶ و ص ۹۴۷ و ص ۹۴۸ و ص ۹۴۹ و ص ۹۵۰ و ص ۹۵۱ و ص ۹۵۲ و ص ۹۵۳ و ص ۹۵۴ و ص ۹۵۵ و ص ۹۵۶ و ص ۹۵۷ و ص ۹۵۸ و ص ۹۵۹ و ص ۹۶۰ و ص ۹۶۱ و ص ۹۶۲ و ص ۹۶۳ و ص ۹۶۴ و ص ۹۶۵ و ص ۹۶۶ و ص ۹۶۷ و ص ۹۶۸ و ص ۹۶۹ و ص ۹۷۰ و ص ۹۷۱ و ص ۹۷۲ و ص ۹۷۳ و ص ۹۷۴ و ص ۹۷۵ و ص ۹۷۶ و ص ۹۷۷ و ص ۹۷۸ و ص ۹۷۹ و ص ۹۸۰ و ص ۹۸۱ و ص ۹۸۲ و ص ۹۸۳ و ص ۹۸۴ و ص ۹۸۵ و ص ۹۸۶ و ص ۹۸۷ و ص ۹۸۸ و ص ۹۸۹ و ص ۹۹۰ و ص ۹۹۱ و ص ۹۹۲ و ص ۹۹۳ و ص ۹۹۴ و ص ۹۹۵ و ص ۹۹۶ و ص ۹۹۷ و ص ۹۹۸ و ص ۹۹۹ و ص ۱۰۰۰

یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے قرآن کو بارہ بارہ جوتے دیکھا لیکن کچھ نہ کیا۔
 یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے رسولِ مسلم کی آنت کو گساری میں مبتلا پایا لیکن
 ہدایت نہ کی۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے دین میں رخنہ افرازی دیکھی
 لیکن اصلاح پر توجہ نہ کی۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے کفر کو از سر نو
 انجرتے مشاہدہ کیا لیکن اسے نہ دیا۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنہوں نے دین
 میں بدعات کی دوزخوں میں ترقی رکھی لیکن کسی کو نہ ٹوکا۔ ۱۱ اصول کافی کتاب الحجۃ
 یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جن کے سانسے شہرہوں سے عورتیں چھین لی گئیں۔ اور رسولِ مسلم
 کی لٹا کردہ معافیاں ضبط کر لی گئیں۔ گھوڑے اپنے ہمہ خلقت میں حقداروں
 کو داپس نہ دلائے۔ کتاب الروضۃ کافی ص ۱۱۱۔ یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جنکی
 بی بی جو بے بند و بکر گوشت رسولِ مسلم تھی انتہائی منظم برداشت کرنے کے بعد اپنے
 خاوندِ حضرت امیرؑ سے بقول ملا باقر مجلسی اس ورثی سے مخاطب
 ہوئیں یہ کہ مثل اس جبین کے جو کہ رحم میں ہو پر وہ قشیر ہوئے ہو۔
 اور خاتونوں کی مانند گھوڑوں کا بھگاگ آئے ہو بعد اس کے کہ زمانہ کے دلیروں
 کو خاک پاک پر گر آیا ہے۔ مانند نادر و دوس کے مغلوب ہوئے ہو۔ یہ ابو قحافہ ظلم و
 جبر سے میرے باپ کے جہد و عطا اور میرے فرزندوں کی معیشت مجھے سے چھیننا
 ہے۔ اور آواز بلند مجھ سے نفی صمد کرتا ہے۔ انصاف میری یاری نہیں کرتے ہمارے
 کنارہ کرتے ہیں۔ تمام لوگوں نے اپنی آنکھیں بند کر لی ہیں۔ میں نہ کوئی فتح کر سکا
 نہ کبھی چوں نہ منہ نہ کر سکا۔ نہ مدد نہ کر سکا نہ شفقت نہ کر سکا۔ میں گھبرے شمشاد
 باہر آئی۔ اور غمناک پھرائی۔ تم نے اسی دن اپنے کو قریل کیا جس دن کہ اپنی
 سطوت سے دست بردار ہوئے یہ گرگ یہ شکر دکر سننے اور بچانے ہیں۔ اور تم اپنی
 جگہ سے حرکت نہیں کرتے۔ کاش میں اس ذلت و خواری کے پہلے مر گئی ہوتی۔
 مجھ پر دائے ہو کہ وہ بزرگوار مر گیا جو ہر صبح و شام میرا محلِ اعلا تھا۔ میرا
 یا ورسبت ہو گیا۔ میری شکایت میرے باپ کی طرف اور میرا صمد میرے
 پروردگار کے سامنے ہے۔ خداوندِ انیرا حمل و قوت سبھوں سے زیادہ اور قہرا
 عذاب و نکال سبھوں سے شدید تر ہے۔ ترجمہ حق البیقین ص ۲۵۳

یہ وہ حضرت علیؑ ہیں جن کی لالی کو اپنے گھر میں بغلاف والدہ بزرگوار خود ہی بھر کر
 اٹھ دیا گیا۔ اور وہ دلی کی بھڑاس نکالنے کیلئے بیرون شہر مقام کرنے پر مجبور ہوئے۔
 (تاریخ الامم و الملک) لیکن وہ سوائے تعین صبر کے اور کوئی مدد مان کر سکے۔ اگر حضرت
 علیؑ رضہ بقاء و رافض اسی قدر بے بس و بیکس تھے جیسا کہ بیان محمد باقر علیہ السلام
 کرتا ہے تو حقیقت ہے ایسے عقیدہ پروردگاروں ہے ان خیالات پر۔ اس بے بسی کی
 حالت میں حضرت علیؑ رضہ پر اسلام کا ایک فرض واجب تھا اور وہ یہ کہ
 وہ ہجرت کر کے مدینہ سے نکلیں تھے اور دم بھر کے لئے بھی دلوں نہ ٹھہرتے
 جعفر بن ابیوسی ایش بنی نضیب نے بر غلات اپنے جمہور کے لئے استخارہ محبت جعفری
 وغیرہ میں ادرائے کیا ہے کہ وہ موجودہ قرآن کو مانتے ہیں۔ یہ ایک نہایت مبارک
 اعلان ہے۔ اور اس سے ہم اسی صحیفہ ربانی سے ان پر حجت لاتے ہیں۔ اللہ
 تبارک و تعالیٰ اپنے کلام مجبور نظام میں ارشاد فرماتا ہے۔ ان الذین یؤفکھم
 اللہ الذلۃ قالوا فی انفسہم قالوا فیہم کنتہ قالوا کنا مستضعفین فی
 ارض قالوا الم تکن ارض اللہ واسعة فتھا جبر و فیھا فاولئک
 ما واکھم جھنم و ساءت مصیبا الا المستضعفین من الرجال
 والنساء والولدان لا یستطیعون حیلۃ ولا یھتدون سبیلا
 یعنی جو لوگ اپنے اوپر آپ ظم کرنے والے ہیں جب فرشتے ان کی روحیں قبض کرتے
 ہیں اور ان سے پوچھتے ہیں کہ تم کس دین میں تھے اور وہ کہتے ہیں کہ ہم اس ملک
 میں گھروار اور عاجز تھے۔ تو فرشتے جناب میں کہتے ہیں کہ کیا زمین اللہ کی اتنی فراخ
 نہ تھی کہ تم ہجرت کر کے کہیں اور چلے جاتے۔ ان لوگوں کا ٹھکانا دوزخ ہے جو بری
 جگہ ہے۔ یوں مگر کثرت و مرد عورتیں اور بچے جو تدبیر سے محذور ہیں اور انہیں
 کوئی راہ نظر نہیں آتی لیکن تاریخ اس امر کی شاہد ہے کہ جناب علیؑ المرتضیٰ
 نے مدینہ سے ہجرت کا کبھی ارادہ نہیں فرمایا بلکہ برعکس اس کے وہ شہین اور
 حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے زمانہ ثلاثت میں تقریباً ۲۵ سال تک چھینے
 میں ہی مقیم رہے اور خلفائے عظام کے یار و مددگار اور دست و پاؤں رہے۔ یہی
 بیت المال سے لگا آؤدہ لیتے تھے اور ایک پیرا من طریقے سے زندگی بسر کی۔ یہ

روانغی ہی کو زیبا ہے کہ وہ جناب امیر کو مخالف قرآن ثابت کر چکی ناپاک
کوششیں کرتے رہے ہیں۔

دوم۔ یہ نکاح حضرت عباسؓ نے زہری کیا

سید مرتضیٰ کتاب تفسیرہ الانبیاء میں فرماتے ہیں کہ حضرت ابیہؓ نے اپنی بیٹی کا
نکاح ساتھ طرکے منظور نہیں کیا۔ مگر بعد اس کے کہ عمرؓ نے ان کو دیکھا اور دیکھا کہ بچا
جب حضرت عباسؓ نے دیکھا کہ عقدہ و نسا و ہوا چاہتا ہے۔ تب حضرت امیرؓ سے اس
کام کو لینے اختیار میں لیلیا اور ام کلثومؓ کا نکاح ساتھ طرکے کر دیا۔ اور یہ سہیلان
کر چکے ہیں کہ شرع میں ہرگز منوع نہیں ہے۔ کہ بچہ و اکراہ لڑکی کا نکاح اس شخص
سے کر دیا جائے جس کے ساتھ حالت اختیار میں جائز ہو تا خصوصاً عہد نبویؐ آدمی
کے ساتھ کہ وہ اسلام بھی لگا کر تا تھا اور تمام شریعت کا پابند تھا۔

مراغہ حیدر میں مرقوم ہے کہ اگر تم تک ام کلثومؓ یا اختیار حضرت امیرؓ واقع رشد
القول۔ بالضرر اگر اختیار ہم باشد عقل اس مانع ہے دائرہ نکاح یا باطنین جائز باشد
بلکہ عقل بخیر میکند کہ حضرت حق تعالیٰ مباح سازد و ہرے نکاح کردن را با کفار چہ قہرات
نکاح با کفار عقلی نیست بل تباحت ظہور عقل و عقل آں و چون عقلی باشد و حالانکہ معلوم
است کہ بغیر خدا علی اللہ علیہ وسلم و خیر خود را با کفار تزویج کردہ و ہر گاہ حقیقت حال نہیں
باشد پس چہ قہرات است دریکہ جناب امیر علیؓ سلام تفریح نمایند و خیر خود را با کسیکہ چاہر
سنان باشد اس قول سے نہ صرف مستند بر کتب ثابت ہوا بلکہ یہ بھی ثابت ہو گیا کہ عقل علم
کی چاہریشاں نہیں اور حضرت محمدؐ ہری طور سہلماں تھے ہاں کا حال بخیر خداوند و عالم کے اور کون
جان سکتا ہے۔ مثال ان اقوال سے یہ ہوا کہ یہ نکاح بلیغ نکاح حضرت امیرؓ نہیں ہو سکتا بلکہ
حضرت عباسؓ نے زہری کر دیا تھا جس پر حضرت علیؓ مصلحتاً خاموش رہے۔

بہر حال کچھ بھی ہو امین آسا فرور ہے کہ اس کے وقوع کی صحت میں کوئی شبہ نہیں
ہے حضرت عباسؓ نے جن پر اس نکاح کا بار قاضی کی کوشش کی گئی ہے نہایت ہی جلیل القدر اور
موقر صحابی تھے وہ دشت میں رسول مقبولؐ صلعم اور حضرت علیؓ کے چچا تھے اور حضرت امیرؓ
قوانی بنسرتہ والد بزرگوار کے تعلیم و تکریم کرتے تھے انہوں نے اسلام کی سفود خداوندی

دیں۔ یوم القدر کے دن وہ رسول مقبولؐ صلعم کی رکاب میں تھے۔ اور حضورؐ نے انکو انکا کلمہ
پایا چنانچہ وہ اسی عہد پر حضرت عثمانؓ کے عہد خلافت تک قائم رہے وہ ایک نسخہ الامتداد
برسج اور کچے اماندار تھے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ان کا اسم مبارک آج تک ہر خطبہ کو پڑھیں
کر رہے ہیں۔ حضرت عباسؓ کا یہ فعل تین نوع سے ہو سکتا ہے۔ اول وہ حضرت امیرؓ کی طرف سے
وکیل اور نمائندہ تھے۔ ثانیہ۔ انہوں نے حضرت امیرؓ کو اس نکاح پر مجبور کیا۔ اور ثالثاً انہوں نے
بلا امتحان اور مستعد اب حضرت امیرؓ یہ نکاح کر دیا۔

شق اول اگر تسلیم کر لیا جائے تو حضرت عباسؓ کا یہ فعل خود حضرت امیرؓ کا فعل ہے
کیونکہ شرف اور عرفا فعل وکیل یا مختار خود موکل کا فعل ہو کر تا ہے۔ مگر یہ نکاح حضرت
امیرؓ کی اجازت سے ہوا اور وہ اس سے بے خبر نہ تھے۔

شق دوم میں حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ نے ہر دو پر اعتراض وارد ہوتا ہے لیل اللہ کر
چہ یہ کہ جب حضرت علیؓ زہری نہ تھے تو کیوں انہوں نے حضرت علیؓ کی تمنا کو رد کر کے
کیسے استفادہ کی کوشش کی اور توہین اہلبیت کے سنگین جرم کے مرتکب ہوئے۔ اور حضرت علیؓ
پر جب یہ امر زہری کی طرح واضح تھا کہ حضرت عمرؓ باوجود عقل کفرناشد فاسق و فاجر تھے
اور انہیں علم تھا کہ حضرت عمرؓ غصب فکر خلافت باسقاط حمل و احراق و زنا ظلمہ جیسے شدید
جرائم کے بانی ہیں تھے تو وہ کس بہت و حوصلہ سے باسرا حضرت عباسؓ اس امر پر ہاضمی
ہو گئے۔ کہ اپنی جگہ گوشہ خاں قیادت کی لاؤ لی اور رسول مقبولؐ صلعم کی معصومہ نواسی کا جسے
رسول صلعم نے اپنی بیٹی کہا ہو ایسے شخص سے نکاح کر کے سیدۃ النساء اور سرور دو جہان کی شمع
کو لیا دیں اور اسلام کے زین اصول کی جس کیلئے انہوں نے مدت العمر اپنی جان مال و متاع
عزت جاہ مال اور اولاد بھی کچھ قربان کر رکھا تھا ذرہ بھر بھی بڑا نہ کریں۔ اور حضرت عباسؓ
کی سفارش پر اتنی زہری قربانی کریں۔ حضرت امیرؓ کیلئے ایسا فعل محالات عادی سے تھا اور
کون محسوس بھی ان کی ذات ستودہ صفات سے ہرگز ایسی توقع نہیں کر سکتا۔ اور یہی حضرت
امیرؓ کی نسبت یہ گمان ہو سکتا ہے کہ وہ اس آیت قدسی سے ناواقف تھے۔ کہ الخبیثات
الخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات والخبیثات
ان محالات میں حضرت عباسؓ دم کا اس سالہ میں جبر یا منت و سجاجت کرنا ان پر بہتان
غلیظ ہے۔ اور حضرت علیؓ کا بھی پس پردہ رہنا خلاف قیاس ہے۔

شیخ حضرت عباسؓ کا یہ کلام ان خود کو دینا بھی قرین القضا نہیں اور یہ شیخ بھی وہی ہے۔ اول حضرت عباسؓ کو اس نے اہل بیت کی سادگی کے باعث باوجود اوقات مستحکم کے جو پے درپے رسول مقبولؐ کے حال کے بدظنوں کی کئی حضرت عمرؓ کو ہمیشہ عین ہی عین کیا اور بحیثیت حضرت امام کشمور رہنے کے دادا ہونے کے انکا کلام بلا اطلاع حضرت امیرؓ کو پہلا اول تو اس امر کے متعلق کوئی ایسی خبر نہ دیتا جو وہ نہیں کہ حضرت عباسؓ نے اسے یہ کیا ہو لیکن گویا بھی یہاں تک کہ حضرت عباسؓ نے یہی چیز وہی کی تو بھی حضرت امیرؓ پر یہ فرائض وارد ہوئے کہ یہ کہیں انہوں نے اس واقعہ کو بدظنوں کی نوعیت کے لحاظ سے قیامت صغریٰ سے کم تھا۔ مسابقتاً اس کا بھی پتہ نہ کی۔ اور ایک مسعود کو جو ہر طرح حضرت امیرؓ کی ہمدردی کی تھی تھیں۔ ایک ملازم کے بچے کو جسے زچہ لایا حضرت عباسؓ کی نسبت ایسا وہم ایک بچہ ہونا نہ مل ہے۔ اور آنجناب کے فہم و فراست اور عدل و دیانت پر ایک ناپاک حملہ ہے۔

دوسرے حقائق اس سوال کی یہ ہے کہ حضرت عباسؓ نے دشمنی یا انتقام کے باعث حضرت امیرؓ کو نوذیل یا ذلیل کر دینے کے عزم کیا ہو اس پر ایک گروہ شیخ کا اتفاق ہے۔ اور اس جرم کی پاداش میں حضرت عباسؓ کو وہ سب و شتم کیا ہے کہ عیاذاً باللہ انجگرم عرف ان اقوال کو کتب معتبرہ شیعوں سے نقل کر کے فیصلہ اصحاب بعیدت پر چھوڑ دیتے ہیں اور نہیں چاہتے کہ اس پر بحث کر کے شال گناہ ہوں جب حضرت عباسؓ کی جیسے ذوی القربا بزرگ بھی ان کی رضائے بری نہیں رہتے تو پھر کسی اور کا گولا فاعل ہے۔

تاکہ نہ تیرے سید نہ زانا نہ دینے کے لیے ہے سب کلمہ نا آشنا ہیں

حضرت عباسؓ پر سب کلمہ روافض

چنانچہ علامہ طبری احتجاج میں حضرت علیؓ کی طرف سے روایت کرتے ہیں فذهب منی حکمت اعتضل بہم علی دین الامم اہل بیتی و بقیۃت بین حضریں قحطی الاحمدی بجا ہدایۃ عقیل و عباس۔ یعنی یہ وہ اہمیت کے وہ لوگ جاتے ہیں جنکی قوت پر خدا کے دین میں مجھے بھروسہ تھا۔ اور اب عرف و خواری و ذیل قریب زمانہ جاہلیت کے رہ گئے ہیں۔ یعنی عقیل والد حضرت مسلمؓ و عباسؓ نے یہ اس روایت سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عباسؓ بقول مرقیوی دور و غر گردن رعایا نہایت ذلیل و خوار تھے۔ اور شاید اسی وجہ سے اردو کے انتقام انہوں نے

نکاح کر دیا ہو۔ لیکن بعد از نکاح سالہا سال تک حضرت علیؓ کی خاموشی و خیریت طبعی حیات القلوب میں ظاہر مجبوس نکلتے ہیں۔ ابو جعفر طوسی پرند معتبر روایت کردہ از امام صادقؓ کہ فضیلہ اور عباسؓ کی زیر زور ابوطالب و عبد اللہ بن ابی طالب عبد المطلب با اذن مقامت کرد کہ عباسؓ بالان ہم رسید زہر با عبد المطلب دای کرد و بر فراش برآمد کہ اس کی زیر از مادر ما یا میراث رسیدہ است تو بے شخصت او با و مقامت کردی و اس خزانہ کو ہم سید یعنی عباسؓ بندہ است۔ میں عبد المطلب کا برقریش را شیعت نزد و سے فرستاد کہ تا ایک زہر را منی شد کہ ویت از عباسؓ بردار و بشہ لیکر نامہ نوشتہ فرستاد کہ عباسؓ و فرزندانش در مجلس کے مادر فرزند ان مانتہ باشند نہ نشیند و در بیچ احباب ان شہر شود و حصہ نہ بردہیں باین مضمون نامہ نوشتہ شد و اکابر قریش مہر کر واد و اس نامہ نزد اکابر مسلمین لایا و اس روایت سے صاف عیاں ہے کہ معاذا اللہ حضرت عباسؓ کی زیر زور سے اور توبہ توبہ و لذائذ تھے۔ اور بنو ہاشم کی مجال میں داخل ہونا حق نہ رکھتے تھے جسکی تحریر شد انکے غلام کے پاس جو دوشا بر سر منتقل ہوتی تھی۔ حضرت امیرؓ کی ایسے دشمنی ص کے ساتھ میل چلی کہ نہ ہی قرین قیاس نہیں تو یہ کس طرح ثابت ہو سکتا ہے کہ انہوں نے سیدہ معصومہ کو غصب کر کے حضرت عمرؓ کے حوالہ کر دیا تھا۔

ما صاحب پھر اسی صحیفہ میں فرماتے ہیں کہ حضرت امام زین العابدینؓ فرمود کہ در حق عبد اللہ بن عباسؓ و پدرش اس آیت نازل شد میں کان فی صدۃ اعلمی فھو فی الاخوة اعلمی ہاں باپ کیساتھ بیٹے کو بھی بگینا ہے بعلمیت ہاں یہ جان اندا کیا طبیعت کی روانی ہے۔

گرمی یہی کلام میں لیکن ذاسقہ کی جس سے بات اس شخص شکایت فرمائی سو ہم حضرت علیؓ رہنے سے یہ نکاح تقیہ سے کیا۔ حضرات اثنی عشریؓ کے ان فقیر ایک کثیر الاستعمال آداب۔ جو ہر گز کسی کو سہیجائے اور ہر صداقت کو چھپانے کے کام میں لایا جاتا ہے۔ اس کی آڑ اور دھڑے سے بیگزوں فلسفے وضع کئے گئے ہیں اور دہلیت شیعہ مذہب سب سے زیادہ اسی کا شرمندہ احسان ہے۔

اس نکاح کے متعلق ان شیعہ علماء کے نزدیک جو نکاح کے قائل ہیں حضرت امیرؓ کی خاموشی کا راز بھی اسی اہل تقیہ ہی میں مستور ہے جس کو استوار کر چیکے قرین و انجیا

میں ہم اسلام کو اپنی اپنی عقل و قرار سے لیا گیا ہے تاکہ ایک قدرتی سہارا بن جائے اور
 بشری کو کوئی گنجائش نہ رہے۔ تقیہ متین ہے اتفاق سے جس کے خوف سے
 ہیں۔ اور اس سے حرف بھی مقصود تھا کہ جان کو بچانے کیلئے جب کوئی نفس ایمان
 میں نہ آتا ہو اور کوئی ذریعہ مطلب پر آری نہ ہو تو دفعہ الوقتی گریہاں کے لیکن
 بالمد اور ذرا ان کے حسوں میں بھی فرق آتا گیا۔ اور اب اس کا استدلال بقول
 صدی شیرازی و در مقام حضرت امیر مہر و از استیغناء تکیہ کے جوڑ ہے جس
 سے غریب اسلام کی جملہ سخت توہین ہوتی ہے۔ اور رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم
 اپنے لیے سے گرجاتی ہے۔ اگر نظر غائر و الی ملے تو معلوم ہوگا کہ یہ ہزار ہا فرقوں
 پر مشتمل ہے جس کا رنج و پریشانی یہ یا عقل عامہ سے نہیں ہو سکتا۔ اس حیرت انگیز
 اصول کے تحت میں تمام مکروہات و افعال حسرت ہو جاتے ہیں۔ اور اگر چہ یہ
 اسے اپنے شاہکار نہ لگی ہیں داخل کوئے تو اسلامی فلسفہ اخلاق تو شاید جوڑے سے بھی نکلت
 کہا جاتا ہے کہ اس قوم میں تقیہ کا استعمال سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے
 کیا گیا کیونکہ یہ ان کے صلح و اخلاص کے راشدین کو اس کی ضرورت لاحق نہیں ہوئی ان
 کے ارشادات ہمیشہ ان کی نشان کے مطابق تھے جس میں کوئی مجاہد یا استعمار نہ
 تھا لیکن حضرت علی کریم اللہ وجہہ کو بعد از وفات رسول مقبول تادم شہادت لینے
 تیس برس اس اصول کا پابنا رہنا پڑا۔ اور اس عرصہ میں انھیں کوئی موقع ایسا
 نہ ملا کہ وہ اپنے صحیح خیالات کی ترجمانی فرماتے۔ جب تک مسلمانوں کی ہدایت کیلئے
 خلفائے راشدین موجود رہے۔ آپ ان کے خوف سے الظہار حق نہ کر سکے
 اور جب خدا نے واحد و برتر نے انہیں آفتاب ہدایت بنایا تو پھر رعیت کے در
 سے خاموش رہے۔ اور جو کچھ آپ نے صحابہ کرام سے بار بار کہا یا کہا آپ
 کا منشا اس کے برعکس ہوا کرتا تھا۔ اور یہ بات صرف چند اشخاص کو ہی معلوم تھی
 عوام اس سے محض نا بلو تھے۔ خلفائے راشدین کے زمانے میں آپ کے خلفائے
 پچھلے کے لئے طرح طرح کی اذیتیں پہنچائی گئیں۔ اور تو اترا آپ کی غیرت و حقیت کو
 اگسا گیا۔ لیکن آپ نے بعد از حق غمخوشی سے واروکہ و گفتگوئے آید ہمیشہ سکوت
 ہی فرمایا۔ آپ دیکھتے رہے کہ قوم آوارہ ہو کر احکام خدا اور رسول کی خلاف ورزی کر رہی

وہ جسے مسلمان ہر رسول مقبول کا نام کیا تھا تب تک یہ خود ہوا ہے اور عقل اسلام خود فراموش ہو گیا
 حرم و آزادی کا یہ کوم سے مرتقا رہا ہے۔ اور رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم جن کا بھی پاک کفن بھی
 انہوں نے مسلمان ہر خطہ منحرف ہوئے ہیں لیکن اس عالمگیر تباہی کا شہادہ کرتے ہوئے
 ہی حضرت امیر نے تقیہ کو حالت اختیار کر دیا ہے اختیار ہی میں بخش اپنی واحد زندگی گنیا طراقت
 سے نہوا۔ اور طبعی و فطری کا با زار گرم ہونے دیا۔ وہ عظیم الشان شجاعت۔ بہادری و
 اور ایا ز میں نامزد کردہ ہر مسلمان عقل اور غلط کی جان ہے۔ خدا و رسول اور امام کے کچھ کام
 نہ کیا اور نہ ہی کلمہ حق آپ کی زبان سے ادا ہو کر عام مسلمانوں کے لئے باعث نجات
 و نفع ہوا۔ ہم نہیں جانتے کہ یہ تصویر جو حضرت امیر کے تقیہ کا بقول علامہ شیعہ صحیح متع
 ہے۔ آپ کی طبیعت یا ذمہ۔ آپ کا قصیدہ ہے یا جو عرض ہے۔ یہی حضرت امیر کی لاشانی
 قربانیاں اور خدمات اسلامیوں سے اسی پردہ کی سزاوارتھیں تھیں

لے مدعی دین خدا شرم شرم شرم
 یہ الشہداء حضرت حسینؑ کے تقیہ منہ مورا۔ اور میدان کر بلا میں اٹھ کر اٹھ اڑا
 جس کے انوس میں روضہ آجنگ سر پشیمے ہیں
 بھرتا میری پھولیں بگے ہست
 کہ از شفقت آن جز بزرگ نتوانست
 لیکن اس واقعہ پر شہرہ کے بدیم دیکھتے ہیں کہ آنکہ عظام کو پھیر ہی چا اور خدا بھی
 ہے۔ جو برابر و رشتہ مستقل ہو کر یا ز وہم امام تک متبادل ہی نہ ہو جس امام نے
 تو ایسا تقیہ کیا کہ دین و قرآن چھپانا تو الگ رہا۔ خود بھی چھپ گئے۔ کیا اسلام
 کے امام اور پیشوا معاذ اللہ ہی اخلاق رکھتے تھے۔ کہ بھول کر بھی مکہ حق زبان
 پر نہ لائیں اور دروغ و غلوئی کو استغفار اللہ اپنا شعار نہ بنالیں۔ ان کے ظاہر و باطن میں
 زمین و آسمان کا فرق ہو مہر و بد کے رواج پر سکوت فرمائیں اور اسلام کی بچھنی سے
 قورا بھی بچھن نہ ہوں۔ اگر اسی طرح ہوتا تو سید الشہداء ہرگز میدان کر بلا میں لے گئے
 مصائب برداشت نہ فرماتے۔ یہ ایک کھلی ہوئی حقیقت ہے کہ ان کا تفکر و تدبیر
 دینی عظیم الشان تھا تقیہ کے راستے بھی نابلد نہ تھے حضرت علیؑ کی اتباع پر زیادہ
 قدرت رکھتے تھے لیکن انہیں اسلام عزیز تھا اور محبت ایمانی کے معاملے سب کچھ
 انہوں نے دوست اسلام کو فدا نہ فرمایا بلکہ اسکی صداقت میں چار جان دے گئے۔ آخر

انہیں کیا مقصود تھا کہ انہوں نے تقیہ نہ کیا۔ بڑی علیحدگی بیت دنیاوی عیش و آرام کی کلید تھی۔ حکومت۔ دولت۔ احترام بھی کچھ اس میں موجود تھا۔ کیا حضرت امیر کی حق شناسی اور قوت اطہار حق سے کم از کم ہم یہ توقع نہیں کر سکتے؟

مطالعہ خدا و الصاف کو کام میں لائیں۔ اور حضرت امیر کے اوصاف مندرجہ ذیل نظر کیجئے پھر اس الزام پر غور فرمائیں حضرت امیر نے شاید اس موقعہ کیسے فرمایا ہے کہ وہ انسانی کا خدا اور انسانی شیون کا لوگ اس شخصیت کے اچھوں کو بلکہ تم میں ہم پروردگار روایات کتب اہل شیعہ سے پیش کر سکتے ہیں کہ نہ تو حضرت علیؑ کو ان کا خون تھا ورنہ ہی ان کی عزت و ناموس محض خطر میں تھی۔ تو پھر تقیہ کرنا حضرت علیؑ کا وہ آئینہ کلام پر ایک بے بنیاد الزام ہے۔

چہارم۔ وصیت رسول صلعم و سیر علیؑ جب وصیت بنی

جب تقیہ غصب اور اگرانہ و اجبار سے مطلب برآری نہ ہوئی تو ایک نیا فقرہ تراشا کہ اگر رسول صلعم وصیت نہ فرمائے ہوتے تو شان حیدری ضرور آشکارا ہوتی اور حضرت امیر اس معاملے پر اظہارِ رفاقتی نہ فرماتے چنانچہ قاضی نور اللہ اپنی مشہور کتاب مصائب میں لکھتے ہیں۔ علیؑ گفت مرا برچہ امیر سبکتی آنحضرت فرمود صبر کن تا درم رجوع کنند سوئے تو از دوسے طرف پس آں هنگام کہ مال با ناگشتین و قاسطین و مارتین دیا احد سے منازعت کن تا خود را بدست خود ورتبکہ بندازی و دروم از اتفاق بشقاق برگردند پس علیؑ السلام حافظ وصیت رسول بود بواسطہ حفظ دین تا مردم بہ چاہت برنگردند و چون عمر خواستگار رہی ام کلثوم نمود علیؑ متفکر شد و گفت۔ اگر طلاق شوم و قصد نکاح من کند و ممانعت کنم اور از نفس خود بیرون روم از امانت رسول و خالق وصیت کو کیم خلاصہ اس عبارت کا یہ ہے کہ رسول خدا نے حضرت علیؑ کو وصیت کی تھی کہ خلفائے راشدین کے بعد میں میرا جگہ دار رہا ہے کچھ بھی ہو وہ نہ مارنا چنانچہ جب حضرت عمرؓ نے سیدہ سمیرہ کو غصب کیا تو حضرت علیؑ بطور حافظہ وصیت رسول خاموش رہے۔ اسی طرح عبارت آرا لایا کرتے ہوئے آگے بلکہ قاضی صاحب فرماتے ہیں کہ پس حکم بر خلاف رسول اعظم است نزد حق تعالیٰ از اعتقاد پھر از فرج از زمان مومنہ چہ جائے فرج واحد۔

یعنی خدا و رسول سے غلام کرنا مومنہ عورتوں کی ہزار شریک ہوں گے چھین لینے سے بھی بڑا ہے۔ ایک خبر یہ کہ کاکبہ ذکر زبان کی پاکیزگی توجہ طلب ہے۔ اور اسی کا نام حب الہیت ہے۔ کیا کوئی شخص ایک لمحہ بیٹھے بھی باور کر سکتا ہے کہ پکارا پاک نبیؐ نے جو تمام عمر تبلیغ حق کیلئے گونا گون مصائب برداشت کرتے تھے حضرت امیر کو فخر و خاندان الہی و وصیت کی ہوگی کہ اسے علیؑ اگر تمہارا حق غصب ہو گیا تھا تمہارا گھر تباہ دیا جائے تمہاری لڑکی غصب ہو۔ قرآن میں تحویل ہو۔ میری سنت میں تغیر آجائے مسلمانوں پر ظلم ہو۔ ان کا دین تباہ ہو جائے۔ لیکن آپ ہرگز چوں و چرا نہ کریں۔ اور جادو مہر پر قائم رہیں۔ کیا ایک برگزیدہ نبی ایسے کلمات زبان پر لا سکتا ہے۔ اور کیا وہ خدا سے واحد سے اپنی مقام کی اشاعت کیلئے بیعت ہوئے تھے؟

منصفی دنیا سے ساری اٹھ گئی مومنو! ایمان داری اٹھ گئی
دشمنی پر جو تھے مفتون تم دل سے رحم و دستداری اٹھ گئی

وجوہات الزکار و انقضائے نکاح ام کلثومؓ

روافض جو اپنی بد بختی سے اس نکاح کا انکار کر رہے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ اس نکاح کے اثبات سے تین فوائد عظیمہ حاصل ہوتے ہیں۔ جو ان کے مغربی گھونٹے کو طرفہ العین میں منہدم کر دیتے ہیں۔ اور بنف و رافض کے زقوم کا جس کو خالی روافض نے مکروہ کذب بیانی کی آمیزاری سے سرسبز و شاواہب کر رکھا ہے۔ استیعاب کرتے ہیں۔ انہی فوائد کو مسترد کرنے کیلئے روافض ایڑی پھینکیں گے اور لگا رہے ہیں۔ کہ یہ نکاح ثابت نہ ہونے پائے کیونکہ اگر اس نکاح کو صحیح تسلیم کریں گے تو (اولاً) اس سے بڑھکر اور کونسی دلیل قوی صحابہ کرام اور جناب امیرؓ کی باہمی محبت و اخوت کی ہو سکتی ہے۔ وہ نہ صرف ایک دوسرے کے دین کے شریک تھے بلکہ اہل عزت۔ ننگ و ناموس۔ غیرت و غمناک سبھی کے مشترک تھا اور نہ تیرت نام کو بھی نہ تھی۔ ورنہ یہ کب ممکن تھا کہ حضرت امیرؓ حبیب فیور اور شجاع یہ گوارا کرتا کہ اسکی پیاری بیٹی کا نکاح ایک ایسے شخص سے ہو جو اسلام

غارت اور شوق بالندہ سراپا کو وہ بھیجاں ہو۔ اور یہ تقدیر و نصیب و غیرہ میں ہوتا
 و خرافات پر کاربند ہو کر بائیں چپ سادہ سے۔ و سادہ فائدہ پہنچے کہ اس
 ازداد مبارک نے یہ بھی ثابت کر دیا کہ حضرت عمرؓ سے حضرت علیؓ اور عاتق
 قیامت کو کچھ بھی نسخ و طلل نہ تھا۔ وہ جس سے اور جس سے نہ تھا۔ کسی کیسے
 نے ہوئے مشورہ کر سکے ہوا۔ اور جس سے دین حق کا مفکر اڑا یا بارگاہ ہے کسی کیسے
 یا تحقیق پر اعتماد نہیں کر سکتے۔ بلکہ انکی غایت عرفی یہی ہے۔ کہ اسلام کی ایک
 بڑی تصویر نیا کے ساتھ پیش کی جائے۔ جس سے لوگوں کو نفرت و حقارت
 پیدا ہو۔ قانون قیامت نے بقول روافض اگر حضرت عمرؓ سے خدا کو کفری انتقال
 فرمایا ہوتا اور یہ درپے وہ مہرے برداشت کئے ہوتے جن کا ذکر خلاصہ
 باقر مجلسی اور کافی نور اللہ شرمسری جیسے علماء و روافض مدت اللہ کر کے لوگوں
 کو پہنکاتے رہتے ہیں۔ تو یہ بھی ممکن نہیں ہو سکتا کہ حضرت علیؓ جگر گوشہ رسولؐ
 کی روح کو اس قدر ایذا دیتے۔ اور نہ ہی جو جہان جنت اپنے حضرت حسینؓ
 سے یہ توقع کی جا سکتی ہے۔ کہ وہ اسے برا عینان برداشت کر کے خاموش
 رہتے۔ یہ دایہ ہی تھا ہی تھے دشمنان اہلبیت نے حرف اسے گھڑ رکھے ہیں
 کہ ان کی جس طرح بھی ممکن ہو سکے تو ہین کی جا سکے۔ سو یہ نکاح یہ بھی
 ثابت کرتا ہے کہ حضرت عمرؓ کی بابت امیرؓ کے نزدیک نہایت اہمیتی
 پر ہیز گار اور کمال الایمان تھے سادہ ان کی یکسوئی میں کچھ کام نہ تھا۔ ایک
 عام آدمی جو سراپا کو وہ فتنہ و فحش ہی کیوں نہ ہو اپنے بچوں کے رشتے نامہ کے
 لئے ایسے آدمیوں کی خواہش کرتا ہے۔ جو اہل تائس سے ہر طرح اچھے ہوں
 جب فطرت انسانی کا یہ تقاضا ہے تو اس طرح حضرت علیؓ کی نسبت گمان ہو سکتا
 ہے کہ وہ اپنی عمو وہ و لونظر قانون قیامت کو کسی ایسے شخص کے جملہ کو دیں
 جو ایمان سے بدالشتہ ترین کے نام پر ہو۔ حضرت امیرؓ بقول روافض علم ماکان
 و مکیوں سے بہرہ ور تھے اور انہیں اس بات کا علم تھا کہ ان کی دامادی کا فخر حاصل
 کر کے تھے حضرت عمرؓ سے بہتر اور کوئی دوسرا نہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ
 انوں نے یہ نکاح بہ طیب خاطر کر دیا۔ لیکن تبرا ہو بعض وحسد کا کہ اس نے

التماس

روافض کی آنکھوں پر پردے ڈال رکھے ہیں۔ اور اس عقیدہ شیعہ کی استوار کی
 لئے انہوں نے اس قدر دروغ بیان کیے کام لیا ہے کہ خدا کی پناہ۔ حضرت عمرؓ
 کی ان جہانناستہ بیہودہ سے بریت کے لئے یہ ازدواج ایک تائید ملی ہے
 جو روافض کیسے بطور تمام حجت ہے۔ کہ نہیں جانتے کہ حضرات روافض اس
 نکاح کو تسلیم کرنے میں کیوں اس قدر پس و پیش فرما رہے ہیں جبکہ یہ خوشگوار
 تعلقات آئمہ عظام اور صحابہ کرام کی اولاد و اولاد ہیں بھی مدت تک جاری رہے
 اور جن کا مفصل ذکر ہم رسالہ فقہ مذکور میں بہ دفاخت بیان کر چکے ہیں۔ جن کو
 روافض نے خاموشی سے نکاح ام کلثومؓ کی طرح تسلیم کر لیا ہے۔ کیا ہم امید
 رکھیں کہ وہ صحابہ کرام سے بغض رکھنے کے لئے ہر جہاد تو یہ کر کے نور ایمان
 حاصل کرنے کی کوشش کر چکے ہوں

یہ چند اوراق ہم ناظرین کرام کے سامنے پیش کر کے فقی ہیں کہ وہ بہ نظر فائز ان کا
 مطالعہ کر کے خود ہی انصاف فرمائیں کہ روافض جو اس نکاح کے منکر ہیں کہا تک
 حق بجانب ہیں۔ اور اپنے انکار سے اسلام کی قرن اول کی چمکتی ہوئی تصویر
 پر کس طرح خاک ڈالنے کی کورہ کوشش کر رہے ہیں۔ تو صوب سے اگر بصدق
 آید کہ یہ حکم عظمیٰ و عظیم لا یرفعون۔ کوئی شخص بدیہات کا انکار کرے
 تو یہ ایک ایسا مرض ہے جو لا دوا ہے۔ جس سے نجات ممکن ہی نہیں۔ لیکن وہ شخص
 جس کو سب ادویہ من سے طبع سلیم اور حق و باطل میں تمیز کا ناکہ عطا ہوا ہے وہ جان
 لے گا کہ دشمنان اسلام کی لایینی خرافات اس قابل ہیں کہ انہیں پائے استحقاق
 سے شکرا دیا جائے۔ حضرت عمرؓ کی لائینی زندگی دنیا پر عیاں ہے۔ انیار تک
 ان کی صداقت۔ ایمان۔ اور عظمت کا لوہا مان چکے ہیں۔ لاکھوں چشمہ نے
 بدین دنگتہ چین ان کی مدین زندگی کے سامنے خیر ہو چکی ہیں۔ اسلام پر
 حضرت عمرؓ کے لاکھوں احسان ہیں۔ اور اگر روافض ان کا اعتراف نہ کریں بلکہ
 سوداوی سے پیش آئیں تو اس سے بڑھ کر اور کیا کفران نعمت ہو گی

حساب حاصل و باقی

اخیر ماہ جولائی تک ششہ نجات تھی۔ ماہ اگست میں ص ۳۵ وصول اور
لاٹری کے برصا لہ ۳۰ غیر فریج ہوئے۔ پس تا اخیر اگست ۱۹۲۵ء تک ص ۳۶ نجات
ہوئی۔ اس سال ہمارے اخراجات ماہ ستمبر کے حساب میں نمونہ ہوں گے۔

کہا ہم تو فتح کیا جس کہ
خاتمہ حبیب شہید تھے
مرحوم کے فرزند ابائی حضرت
بھی جلد ادا کر دیئے۔

خدم استیگیرتانی می بخاندن و دانه

وہاں جان محمد اور شمشے

مولانا محمد رفیع قرآن جناب کا ترجمہ کے علمی و دعویٰ خطاب یافتہ شاگرد احمد علی جو اپنے رسالہ الانصاف میں قرآن مجید کو غیر مربوط اور پُرانا افلاطون صوفی و غویٰ قرار دے ایمان بالقرآن اور یہاں وقتِ عربی کا پروردگار کے رسالہ نقیض الاعجاز سے چاک کر کے کچے میں اسال حج کو شریف سے ملے اور وہاں اس آکر مولانا دہاد علی صاحب کے طرح اتحاد و دوستی کی کوشش کی۔ تاکہ بندیوں کی بے عزتیوں اور مظالم کے خلاف جو انہوں نے جہاد کی مقدس سرزمین میں برپا کر رکھے ہیں شوق ہو کر صدمے، احتجاج بلند کریں۔ مولانا صاحب نوسوف نے جو جواب دیا ہے اس میں اس سے اتفاق ہے کہ شیعوں سے ہمارا اصولی اختلاف ہے۔ ان کی کائی اور دیگر کتب میں متضاد حقائق مذکور ہیں کہ اصل قرآن غالب ہے اس جب نقلِ کبریٰ کے منکر ہونے کو اتحاد معلوم۔ علاوہ انہیں بندیوں سے صلیب پر کرم کے قباب عزت پر حملے کو میں امام شیعوں کے خاص ان مقدس جہیزوں کی ذات پر اس حساب سے بھی یہ ان سے بدتر ہے۔ پس حقیقیوں کا اتحاد دینی سرگرمیوں سے جو بندگانِ دین کے آثار مبارک کی زمین کے یا ان کی ذاتِ باریکا تہ پر حملے کر کے ناممکن ہے۔

دائرہ کے ایک معاون ریاضیاتی مسئلہ

دائرہ کو باوجود ہر کثرت مولانا سید سید احمد صاحب فاضل کتب خانہ کربلا کے درمیان میں مدعی ہو کر حاصل ہوئی اس پر خیر نہیں غفلت تھی بلکہ ان پر ایک شخص عبداللہ نے جو بیسیاں الیحد کو قیدی کر دیا۔ بتایا جاتا ہے جو اختلاف عقائد پھر سے حملہ کیا جس سے عمر ان پر کئی زخم کئے۔ شکر ہو کہ وہ قتل کے مارا نہ گیا۔ ان کے بعد مولانا صاحب کتب خانہ کربلا کے درمیان میں مدعی ہو کر حاصل ہوئی اس پر خیر نہیں غفلت تھی بلکہ ان پر ایک شخص عبداللہ نے جو بیسیاں الیحد کو قیدی کر دیا۔ بتایا جاتا ہے جو اختلاف عقائد پھر سے حملہ کیا جس سے عمر ان پر کئی زخم کئے۔ شکر ہو کہ وہ قتل کے مارا نہ گیا۔ ان کے بعد مولانا صاحب کتب خانہ کربلا کے درمیان میں مدعی ہو کر حاصل ہوئی اس پر خیر نہیں غفلت تھی بلکہ ان پر ایک شخص عبداللہ نے جو بیسیاں الیحد کو قیدی کر دیا۔

مشر سلطان علی اور ہم

رسالہ و جواب بہ بحث مختصرہ فی حل مسئلہ عقداً کلثومہ مطبوع میں جا چکا تھا اور محمد کا بیان
دیورط سے آراستہ ہو چکی تھیں کہ جہیں مصباح الہدایت کی ایک جلد دستیاب ہوئی۔
جس میں مسٹر سلطان علی نے وارثہ الاصلح کے طبع و رسالہ السی بہ قرآن السعدین پر
پانچ سال کے بیچ و تاب کے بعد تنقید کی جزات کی ہے۔ اور اس حق و مشکور میں خسرو الدنیا
والآخرہ کے مصداق بنے ہیں۔ اس فخر الاطلاق رسالہ میں جسکے ہر نقطہ سے سو قوت و سخاوت
اور بذلت کا اظہار ہو رہا ہے اپنے ہر وصف و ذیل و صفت سے بہرہ اندوز ہو کر وہ تکلفی کا
پایہ کیا ہے کہ کچھ بدھی افسہ کی پیشک بھی برین ہو گئی ہے اور وارثہ کے لئے استاد سامان و فرہم
پہنچا ہے۔ کہ وارثہ اگر برسوں سے یہ کتابیاں اڑاتا رہے تو بھی یہ وغیرہ کم نہ ہو گا۔ انشاء اللہ ہم ناظرین
کرام کو اس فکر و رائے کے کل شکستہ کا وہ قافہ قافہ اظہار کرانے کے مسئلے

کسی مسئلہ کی تحقیق و تفتیش کے لئے ضروری ہے کہ مخالف و موافق اقوال پر منصفانہ تفتیش کی جائے۔ راویوں پر جرح و قدح ہوا ان کے استدلالوں کو پرکھا جائے کہ وہ کہاں تک صداقت کو عیاں کرتے ہیں بیرونی و اندرونی تضادوں کی چھانی کو جانچا جائے لیکن مسٹر سلطان نے ان سب ضروریات کو بالائے طاق رکھ کر کسی وخصی صحت معلوم کر کے ایک نرا طریقہ اختیار کیا ہے جو انکی ایجاد ہے اور وہ یہ کہ سب قسم کے میگزین فراہم کر کے اسے نہایت بغیر بی بنیاد آہنگی سے اڑایا جائے اگر مخالف باہری لے جائے تو وہ ختم ہے اگر مسٹر موصوف سبقت لے جائیں تو انکی خیال درست ہے اسی کلیہ پر کاربند ہو کر مسٹر سلطان علی اگر کوئی کی کسی مابین یا لکھنؤ کی کسی جھلیاری سے طبع آزمائی کرتے تو آپ کو اپنے معیار کی حقیقت معلوم ہو جی جاتی اور چھٹی ٹاؤ وہ یاد آجاتا لیکن آپ اکثر شہر فاکے منہ آتے ہیں جو انکی ہرزہ گوئیوں اور لڑائی خانیوں کو ہمیشہ نفرت و حقارت سے منظر ادیا کرتے ہیں۔

ہم گانی کا جو ب گالی سے نہیں بولتے

گالی کا جواب گالی سے دینا تو بھاری ہے اور نرہی مہربانی کا نشان ہے اسلئے ہم
مشرعہ عرف کی ساری بدنامی کے جواب میں بوستان سے ایک گلہ سہ پیش کرتے ہیں جس کا
اگرچہ چشمی سے مل جلتہ نہ کیا گیا تو قطع کا سفر جو کل سہ سہ کا و جہ رکھتا ہے تو یہی بدنامی

کے گلہ کو آپ کے گلشن شکستہ میں نہان کر کے بے گات کا مکہ رکھ دیا۔
 بے پائے بحر نشیبی گزیدہ
 شبنم کے زہر شش وصال چکیدہ
 شب زور و پچاڑہ خواہش بید
 پور را حجاب کرد و تنہا نمود
 کہ آخر ترانہ و دندان نمود
 پس لڑکچہ مرو پر آگندہ روز
 بخت بد کا سے بابک و لفظ روز
 مرا کہ عجب ہم سلطنت بدو پیش
 درین آدم کام و دندان خویش
 محال است اگر تیغ بر سر خورم
 کو دندان پائے سنگ اند برم
 تو ان کرو بانگ سان بدی
 و لیکن نیاید ز مردم سکی
 اسی نصیحت کے پیرائے ہم مشہور افواہات کے درجہ سے گر کر بہانہ کی فہرست
 میں داخل ہونا نہیں چاہتے۔

رافضی کا گل منور گلگیر

ہم بیت سے منظر تھے کہ رافضی کو اپنی کتب کے متعلق بھی جن میں حضرت
 فاروق اعظم سے نکاح ام کلثوم کے گل خوش رنگ جا بجا بہار دکھا رہے ہیں کچھ گل نشانی
 کریں اور اپنی گلکار نقائص زبان سے گل کرتیں خدا کا شکر ہے کہ اس دشوار گزار خطر
 راہ میں ان کے یار عزیز مسٹر سلطان علی کے گلگون قلم نے قدم رکھا ہے اور ہر کام رسد کو
 کھائی ہے ان کا دعویٰ تھا کہ صغیر قرطاس کو رشک تخت گل صدر برگ بنا دینگے لیکن
 فی الحقیقت انہوں نے اپنے بزرگوں کی روشنی کردہ شمعوں کو گل کیا ہے اور پھر انکی گلگیری
 کرتے ہوئے انہیں غبت دوبارہ زندہ کرنا چاہا ہے کہیں نکاح کی لوح پر کذب و دروغ کے
 گلارے سے گلکاری کی ہے لیکن تاویلات دیکھ دو تو جہالت باطلہ کی گفتار سے کاغذ کو
 بھلا دیا ہے اور کہیں انہی بے بسی و بے کسی کے گلہائے زور پر مضحکہ خیز روایات کا گلگولہ
 جھا کر انہیں گل رنگ بنا چکی ہے اپنی گل منور دیکھا کہ گلزار ابراہیم کا سمان بانو بنا
 چکا ہے لیکن اپنی گلیاں لگ سے گلزمین مذہب کی فضا کو مکدر کر چکے سوا اور کچھ حاصل نہیں
 کیا یہ آیات کا زہر کی بجائے گلزار گلزار نہیں ہو سکتی اور نہ ہی تو صحیحات غارہ کا وہ گلکار
 قرار دیا جاسکتا ہے رافضی نے اس نکاح کے متعلق کذب و افواہ کے ٹکڑے ٹکڑے گلزار کو
 شیر باد کی طرح مضحکہ کیا ہے اور بطور محفوظ مقدم چند گلزار فارسی بھی جمع کر رکھے ہیں کہ

کیلئے گلوسر اور گلوسر ہوں لیکن گلچون جانتا ہے کہ گل جعفری کدس سے اور گل عباسی کیا
 خوشید گل ایر سے چھپ نہیں سکتا صداقت وہ ہے جس کا سب اعتراف کریں وہ
 گھر میں چور کا نام گلبدن رکھ لینا کوئی بڑی بات نہیں۔
 رافضی سے پیر بکر اہل بیت کی ہتک نہ والا کوئی نہیں

مسٹر سلطان علی (مستطاب) پر لکھتے ہیں کہ حضرات اہل سنت معاویہ شامی
 اکبر عثمان اہل بیت کی طرقداری کرنے ہیں اور ان کی آروزی کی رسال کی ہر ساقی
 تین کوئی دقیقہ فراموش نہایت نہیں کرتے اور سی ضمن میں وہ ہتک آمیز باتیں درج کرتے
 ہیں جن سے سراسر ذلت و سبکدستی فائدہ ان رسالت عوام کی نگاہ میں بدلتی ہے چہ و درتو
 ماضی میں بیان کرتے ہیں کہ مولف سیف صدام نے اس نکاح کا اقرار بدین الفاظ
 کیا ہے کہ روایات مخبر ہیں اس بات کے کہ ظاہر میں رنج و مصوبت و تہنگ مولائے
 مومنین سے لیا اور پھر حفیہ کی روایت ایراد کر کے اس رنج کو ہلکا کر دینا کی کوشش کی ہے
 اسی طرح محدث کلینی۔ ملا خلیل قرنی۔ سید نقی علم الہد سے متعلق طوسی علامہ
 شومتری باقر عباسی ابو الحسن اثنا عشری و دیگر اکابر رافضی نے اس نکاح کا اقرار
 کیا ہے لیکن مسٹر سلطان علی نے ان سے کچھ بھی تعرض نہیں کیا کہ کیوں کر انہوں
 نے ایسی ہتک آمیز باتیں جناب امیر کے حق میں کہیں تو ہم نہیں سمجھتے کہ علمائے اہل سنت
 نے اگر یہی دعویٰ کیا تو ایسی کونسی ضرب کاری لگائی کہ خون جاری ہوا اور مسٹر
 سلطان علی نے بیباختہ لینا لینا دوڑیو بھاگیو جانے نہ پائے کا غوغا مچا دیا اور پھر
 علمائے اہل سنت کا عصائے اقرار ایسی مضبوطی سے پکڑ کر اس پر قلابازیاں لگانی
 شروع کیں کہ آپکا وہ فیہ مشکل ہو رہا ہے ہاں وہ کیا بات ہے جس کے متعلق حواش
 بیان کرتے ہیں آپ شرم کے مارے غرق ہو رہے ہیں اور اگر یہی غیرت و حمیت لگائی
 کسی طرح مقتضی نہیں ہوتی کہ آپ مفصلہ بیان کریں لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ یہ
 جذبہ سودا و اشتر کی جھاگ کی طرح فوراً زہر ہو جاتا ہے اور آپ اس حیرت و حمیت
 کو ملاق نسیان کے سپرد کر کے بیان بھی کرنا شروع کر دیتے ہیں اور چالیس
 صفحہ اس بحث میں صرف کر دیتے ہیں کہ اہل سنت و اجماعت کی کتب میں اس
 نکاح کے متعلق تفصیل میں تفاوت عظیم ہے اگرچہ کسی عالم سنت نے اس کے

دفع سے کبھی بھی انکار نہیں کیا
 ہمارا دعویٰ رافضیوں کی کتابوں سے ثابت ہے
 ہم بار بار کہتے ہیں اور پھر یہی کہتے ہیں کہ آپ کو ہماری کتابوں سے کیا مراد
 ہے اگر ہم ان کتب کی بنا پر دعویٰ کریں تو آپ حقوق سے ان پر تنقید کریں
 اور اس واقعہ کی تفسیر پر قلم اٹھائیں لیکن جب ہمارا دعویٰ آپ کی معتبر و مستند
 کتابوں سے ثابت ہوتا ہے تو آپ کے لئے اسکے سوا اور کوئی چارہ نہیں رہتا تو آپ
 خاموشی کے ساتھ ہمارا دعویٰ تسلیم کر لیں یا ان کتب کے باطل ہونیکا اعلان
 و تحریف مجتہدین شائع کریں کہ یہ کتب در واقع حق کے نزدیک باطل و غیر معتبر ہیں
 اور ان کے مصنف و ضائع دلس و سیاں اور دشمنان اہل بیت ہیں سے تھے جنہوں
 نے ان کو ایک روایات کو اپنی کتب میں جگہ دیکر واقعہ کے حقیقہ و ایمان کو خواب کیا
 اور پھر ان کتابوں کی قبرست بھی پیش کریں جو آپ کے نزدیک قابل شک ہیں
 علمائے اہل سنت جیسے اس نکاح کے حقائق مقرر ہے ہیں اور چوٹی کے علماء واقعہ
 نے انکا ساتھ دیا ہے آج کل کے رافضی اس حقیقت نفس الامری سے انکار کر
 رہے ہیں تو انکا یہ فعل ان کی بے مالکی کم سواری و جہالت باطل پرستی اور بے بصیرتی
 پر دال ہوگا اور کسی شخص مزاج سلیم الطبع و ذوق نگاہ کیلئے قابل پذیرائی نہ ہوگا۔
مسٹر سلطان علی کی باطل تاویلین۔
 اب ہم ان حوالہات کی طرف رجوع کرتے ہیں جو کتب شیعہ سے رسالہ قرآن اٹھا
 میں نقل کئے گئے تھے اور جو کہ مسٹر سلطان علی نے منہ چرایا ہے اور بقدر ممکن انکو توڑ
 مروڑ کر اس فائدہ جلیلہ کو جو ان سے حاصل ہوتا ہے مسترد کرنیکی کوشش کی ہے
علم الہی کے کیا تائید متعلق نکاح
 مسٹر سلطان علی مانتے ہیں کہ ان کے سید رافضی علم الہی کے قول سے
 یہ نکاح بہ خیال اندوختہ و فساد و موانع شدید و نمدید واقع ہونا ثابت ہے جب
 سید رافضی سے کوئی امید نہ رہی اور یہاں وال گلی نظر آئی تو آپ نے بے نیکی مانگنا
 کہ جب شیخ مفید یعنی استاد سید رافضی اس واقعہ کے منکر تھے تو ممکن نہیں کہ شاعر اسکا
 لئے اول تو مسٹر سلطان علی ثابت نہیں کر سکتے کہ شیخ مفید نے نکاح کو حرام نہیں فرمایا اسکا اگر کسی غیر
 کی اس وقت پر کہ انہیں پرکھنا۔ دیکھو حسب جہانی استیصار و حصار (باقی حاشیہ مندرجہ ذیل)

اقرار کرنے کیا اچھا ہو تا کہ مسٹر سلطان علی ایک دو اقوال شیخ مفید سے نقل کر دیتے تاکہ
 مدعی ہو جاتا کہ شیخ موصوف نے کس بنا پر اس واقعہ کو تسلیم کر لیا ہے انکار کیا ہے شیخ
 موصوف کے ہر وہ شکار ووں نے یعنی سید رافضی اور شیخ طوسی نے جیسا کہ ہم رسالہ میں
 بیان کر آئے ہیں اس واقعہ کی صحت کا اقرار کیا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے
 بے شک یہ استفادہ اپنا سنا ہے کیا ہوگا لیکن مسٹر سلطان علی نے قیاساً کہہ دیا کہ
 شیخ مفید کا ایسا خیال تھا شاید یہ کشف جو ایک جانور ہوا کی بیعت کسی طرح نص
 کم نہیں آئی کو عالم رویا میں ہوا ہوگا جو ان نہ بھی مانے میں اگر آپ بھی قیاس
 کرنے لگے تو بس حد ہوگئی۔
تو کا پورعین رافضی خاستی کہ با آسمان نیز پر خست
 جب اس توضیح سے بھی مطلب برآ رہی نہ ہوئی تو آپ نے سید رافضی کی تکرار
 کا مشابہ بیان کیا کہ یہ نکاح بر بنا سے خلوص و رضا مندی نہیں ہوا بلکہ تہذیب و
 و جزو تعدی کے بعد جیسا کہ تمہاری روایات سے ثابت ہے الفاظ تحت الخط اگرچہ
 گندہ نہیں لیکن ایجاد بندہ سلطان علی میں جو ان کی دیانت پر گواہی دے رہے ہیں
 کیونکہ سید صاحب نے ایسا نہیں کہا کہ روایت گوراما قلم نباشد آپ صحت پر لکھتے
 ہیں کہ بنا تب سید رافضی ہی رہے موقوف نہیں ہیں یہی عرض کرونگا کہ جو نکاح و نکاحی اور
 خوف نقصان و لا حضرت محمد نے کیا اس سے ان کو مفاد و آخرت اور شرف مصاہرت
 کیا ملا مسٹر سلطان علی خیال فرمادیں کہ اس توضیح باطل سے نفس نکاح پر کیا اثر پڑتا ہے
 ہزاروں نکاح ایسے چلے ہیں جنکا نتیجہ اچھا نہ نکلا اگر کسی نکاح کا نتیجہ خراب ہو تو کیا اس سے
 یہ لازم آئیگا کہ نکاح جو ابھی نہیں گزرا آپکا یہی مدعا ہے تو یہ ہیں عقل و ہمت بجا یہ گریست
 مسٹر سلطان علی یہ عقد کسی اور کے وصل بذریعہ طہر مکرر و باعث گناہ نہ تھا بلکہ
 غلامان امارت سے پرستہ ہو چکی وجہ سے سر اپنا ہٹاؤ و شرف تھا مسٹر سلطان علی
 حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۱۱۱ امام علی رضائے فعل خلافت شیخ قطری رضی اللہ عنہ کے علم جو ان میں ہے
 دارالامام جعفر صادق کے فتوے جو ان کے خلاف فتوے دیا حالانکہ یہ فعل شیعہ مذہب میں جائز
 تو کیا اس سے امام حسن کے قول کی تکذیب کی جاگی یا کہا جائے گا کہ امام علی رضی اللہ عنہ اس میں کوئی
 حرام قرار نہیں دیا ایک امام کے کہنے سے یہی ایسا سنگین فعل حرام نہیں قرار دیا جاسکا اگر کسی غیر
 مدعی کہتا رہے واقعہ نکاح کا ذکر کیا ہو اور اس کے شاخروے کر دیا ہو تو انکو مسٹر صاحب تکذیب ہوسکتی ہے

کو ہم سے ملے کہ سید موسیٰ کا آخری فقرہ اذاعت فیہ شہوتی ہم نے کیوں ترک کر دیا
 حالانکہ اس فقرہ کا درجہ نہ تھا کیونکہ اس سے واقعہ نکاح میں کوئی
 فرق نہیں آتا۔ شیعوں کے نزدیک نکاح جبر و اکراہ سے ہوا اور سنیوں کے نزدیک
 جویشی و رغبت بہر حال نکاح ہونا ثابت ہے مسٹر سلطان علی کا یہ بیان کہ علی
 اہل سنت کا دعویٰ ہے کہ یہ نکاح بظہر قادی جواہر اور شیعہ اسکے قائل
 نہ ہیں ایک شیخ جو شیعہ جو ان کی مقتضائے طبیعت ہے۔

مسٹر سلطان علی نے ایک جوالہ میں ایک الفاظ کے لفظ ہونے پر ہمیں جواب
 دیا کہ نصیحت کی ہے کہ ایسا نہ ہونا چاہئے ہم ان کی نصیحت بہ شکریہ قبول کرتے ہیں
 لیکن ساتھ ہی آپ سے انشا ضرور پوچھتے ہیں کہ حج
 توبہ فرمایاں چہرا خود توبہ کترے کنند

۹۲ پر آپ لکھتے ہیں۔ چنانچہ مواعق محرقہ صفحہ ۵ پر لکھا ہے۔ زیا وہ
 شد تعجب از اہل زمان خود کہ نکاح تنزیل عمرہ ام کلثوم سے کنند اس تحریر سے
 ثابت ہے کہ صاحب مواعق محرقہ کے زمانہ میں اور ان سے پہلے گروہ شیعہ کو
 واقعہ عقد سے انکار تھا مسٹر سلطان علی کی ماوری زبان فارسی ہے کیا وہ کہہ سکتے
 ہیں کہ اہل زمان خود کا ترجمہ اردو میں زمانہ حال اور ماضی کے شیعوں کا حال
 کہتے ہوئے ہے جب اتنی سی بات میں بھی آپ امین ثابت نہیں ہوتے تو آپی
 تمام تحریر کی کیا فحشیت ہے معلوم ہوتا ہے کہ آپ تحقیق و تحقیق کی غرض سے
 نہیں لکھتے بلکہ آپ کا مقصد ہر جائز و ناجائز طریقہ سے حق کو چھپانا ہے
 ناظر بنی کرام انصاف فرمائیں کہ ایک جوالہ کی نسبت مسٹر سلطان علی
 نے اس پر اسے سالی میں جبکہ طبیعت فطرہ توبہ و استغفار کی جانب مائل ہوتی
 ہے کہتے پیوستہ بدے نہیں اور کس قدر روروغ بیانی سے کام لیا ہے یا قبول
 کا اندازہ قیاس کن رنگستان من بہار مرا سے ہو سکتا ہے

۱۲۱ پر سلطان علی صاحب نے اپنے قاضی نور احمد شہرہ کی تحریر
 (اگر نبی دختر بختان واد ولی دختر بختان واد) کا خاکہ اڑایا ہے
 کہ یہاں اگر بعضی فرض ہے یعنی ہر گاہ بقول تمہارے نبی نے عثمان کو

ذکر کردہ
 ذکر کردہ
 ذکر کردہ

دختر دی تو علی نے عمرہ قربت کی مطلب یہ ہو کہ نبی نے ایسا کیا اور علی نے قاضی
 صاحب کے نزدیک اگر زمین پر رقیہ آنحضرت کی صلیبی لڑکیاں ہوئیں اور جناب
 امیر نے ام کلثوم کا نکاح عمر سے کیا ہوتا تو اگر فرماتے اس سے واضح ہو گیا کہ نکاح
 تر تقریر بظہر قادی جواہر کے معنی ہے اور بغیر جس شخص کی نفات میں ہوئے اور تو کہیں
 نہیں دیکھے گئے۔ سلطان علی صاحب ذرا اپنا اگر مل فطہ کریں اور پھر اسے قاضی جی
 کے گھر سے ملا کر اسے گریں تو آپ کی توجہ بہ کے مطابق سنئے یہ ہوئے کہ اگر قاضی صاحب
 کو ایک وہ لڑکیاں رسول کی ہوتیں تو قاضی جی اگر نہ فرماتے یعنی نہ وہ لڑکیاں رسول کی
 تھیں نہ قاضی جی نے اگر فرمایا۔ حالانکہ یہ معنی نہیں ہوتے کیونکہ یہ کہنا یا نکل موعیہ کہ
 قاضی جی نے اگر نہیں لہا علاوہ اس قاضی صاحب اس عبارت کے لفظ فقرہ کہ اگر نبی
 بوقت عمر بنار فرار نمود دے بوقت منع و مجز و خانہ بروئے خود فرار کرد ثابت کر رہا ہے
 کہ اس اگر ت قاضی کا مقصد افکار کرنا نہیں بلکہ علی کے فعل دختر فرستادن و در خانہ
 فرار کردن کا جو از نبی کے فعل دختر بختان دادن و بنار فرار نمودن سے ثابت کرنا ہے و
 یہ بتانا کہ نبی نے عثمان کو لڑکی دی نہ علی نے عمر کو نہ علی عاجز ہو کر گھر بھیجے نہ نبی خوار ہوئے
 تشریف لے گئے اگر شیعہ اس اگر کے معنی بھی نہیں لے سکتے تو معاملہ ہی صاف ہو جاتا
 اور حضرت علی کے بوقت بیعت عمر خانہ نشینی جس کا نتیجہ عراقی باب فاطمہ بتایا جاتا ہے
 کے طعن اور حضرت علی کے بوقت ہجرت النبی بستر نبوی پر سونے کی فضیلت کا قاتلہ
 ہو جاتا ہے کیونکہ نہ حضرت علی کی شیعہ بیعت ثابت ہوگی نہ عمر حلالہ کا طعن قائم ہوگا نہ نبی
 کی ہجرت ثابت ہوگی نہ حضرت علی کی بستر نبوی پر آرام کرنے شان بیان کی جائیگی کیا شیعہ
 اس اگر کے معنی بھی نہیں لے سکتے اگر نہیں کر سکتے اس کو کیا حق حاصل ہے۔

۱۲۱ سلطان علی صاحب نے بار بار ترتیب و رقیہ کا نام دیا ہے آپ کو اتنا بھی معلوم نہیں کہ حضرت عثمان
 کے نکاح میں رقیہ و ام کلثوم بنات النبی آئیں نہ کہ ترتیب جو زوجہ حضرت ابو العاص تھیں۔
 بنات النبی کے خلاف آپ نے حارثی وغیرہ کے لکھے ہوئے نوالہ کو بغیر نگاہ ہے حالانکہ ہم اپنی لاج
 کتاب دختران نبی میں ہر اعتراض کا جواب لے چکے ہیں کاش سلطان علی کو دست برد افضر
 کی توجہ چاہئے کی عادت نہ ہوتی اور کوئی نئی بات پیدا کرتا۔

۱۲۱ راضی کی گستاخی ملاحظہ ہو کہ کسی گستاخی سے ہجرت کو فراموش تعبیر کر رہا ہے

کی کہ حضرت عمر و رشت طبع قہر مگر اس سے بھلائی پڑ گیا ان پڑھنا ہے کیا و رشت نہ اشخاص
 کنوار سے بجا بنا کرتے ہیں۔ یا روضہ کو پہنچا کر بات کیا کر دے
 پہل سال عمر عزت گذشت فزای کنوار عالی طفلی نشست

(۱۵) اے وہ لوگ جو غلطی کے زمانہ میں حضرت جعفر سے رجوع کا فی سے چونکہ بہت دور تک
پالی رہا تھا اسلئے آپ نے تیسری کتاب میں دیکھی کہ اپنی تمام کتب احادیث کو منظر
انتظار رہا وہیں چنانچہ آپ نے ص ۱۰ پر فرمایا کہ ہم اپنی کسی کتاب حدیث کو صحیح تسلیم
نہیں کرتے کیونکہ ایک حدیث دوسری کی مخالفت اور مخالف واقع ہوئی ہے حالانکہ
ہم اس حدیث کے مخالف کوئی حدیث نہیں جانتے کہ آپ کے بیان کو تقویت دیتی
پھر ص ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ کتاب کافہ وغیرہ وغیرہ کتب حدیث کی نسبت ہمارا یہ اعتقاد
ہے کہ موافقین کو جو کچھ دیکھ دیا اس ملاوٹ یا نتیجہ و تنقید دیکھ دیا حبیب آپ کے مذہب
کا حال یہ ہے کہ آپ کی کوئی کتاب صحیح نہیں ہے اس سے آپ دو گردانی کر چکے ہیں
تو پھر ہم نہیں جانتے کہ کس اصول سے آپ کے ساتھ گفتگو کریں اور جو کچھ آپ کے
علماء کہہ رہے ہیں ان کا جواب آپ کی کن کن مسلمات سے دیں ہم انمولوی طود پر بحث
ہیں آنا نہیں چاہتے کیونکہ اس طرح بحث کو حق حاصل ہے کہ وہ کسی واقعہ کے انکار
کو دے جو مذہب کی مسلم کتب میں اور اس سے کام لینا پڑتا ہے و افص کی کوئی کتاب
اگر مسلم نہیں تو یہ کوئی مذہب بھی نہیں بلکہ محض فکر و فریب ہے جو سراسر آپ کی
جہنمت رکھنا ہے

اسی طرح بتایا کہ لفظ فرج منہ رجب کافی گوشہ نگاہ سمجھ کر اس پر اپنا رو بہ ہندی کرنا
شک نہیں کیونکہ اس کا ہوتن ہرگز معیوب نہیں اسے ہندی محاورات پر مشابہ کر کے
مقتضی نہیں ہونا چاہئے۔

..... اور لفظ فرج پر اس مثال کا الحاق نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ عرب
 میں اسی معنی میں استعمال ہوتا ہے جیسے ایران میں شہر گاہ پس کسی کا یہ فرمان کہ
 پہلی فرج (شہر گاہ) تھی جو ہم سے چھوٹیں لیکن نہایت بڑی وہ اظہار مطلب ہے
 اگر یہ فرمان کہ پہلی صورت ہے جو ہم سے کچھ بڑی تھی تو پسند آئیگا اس لئے باقی رہنا
 کہ کہ محض طریقت اظہار مدعا کا۔

یار عزیز! ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ جب طرقتی سے تزویج ام کلثوم کا ذکر کیا گیا ہے وہ نہایت سرفیاد اور خلافت تہذیب ہے نہ یہ کہ اپنے موقع پر صبح کے کھانے کا نام لکھنا تھا علامتِ بد تہذیبی ہے لیکن ہم پھر پوچھتے ہیں کہ نکاح کا واسطہ سے کس طرح ہو سکتا ہے آپ خواہ کتنا ہی آئیں بائیں شایئیں کہ اس نکاح کا انکار کریں کسی کامیاب نہیں

۶۹
 ۱۶) اور چاہے آپ کے مقدسین اقرار کیا کر چکے ہیں وہ نہیں مٹ سکتا۔
 کیا ہے سناپ کل اس لیے پیش کر

۱۶) یا فرماتے نہایت شدت سے حضرت جعفر صادق کی حدیث میں روایت ہے
 میں سالم کی تکذیب کی ہے اس حدیث میں الفاظ نکاح کا کلمہ لفظوں میں اقرار ہے
 مگر اس میں بھی مذکور ہے کہ حضرت محمد نے حضرت عباس سے فتویٰ دیا کہ عہد
 میں جعفر صادق سے اقرار کرنا اور چوری کے الزام میں ہاتھ کاٹنے کی وجہ سے دیکھ کر نکاح
 کیا یا اور نہ اس میں جو یہ فتویٰ تھا کہ جو وقت توجہ نہ اٹھا کر دیکھ کر حضرت عباس نے حضرت
 عمر سے کہلا کر انہیں اس کی اسکو اپنے برابر دواہ سے منسوب کیا ہے عمر نے کہا کہ اس
 جگہ سے نسبت چھڑ کر جب سے کروئیے۔ حالانکہ اصل حدیث میں کوئی ایسا لفظ نہیں
 جتنا یہ توجہ ہو۔ وہاں قال طلیت النواہیٰ یعنی فراموشی ہے جسکا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اسے عیاں
 بنے تھا۔ اسے عیاں کے بننے سے خواہ سنگاری کی مگر اس نے جواب دیا جب رافضی منہ پر
 بھرتے ہوئے سے نہیں شرماتے تو کافی وغیرہ کی خفیہ تعریف کرتے وقت انہوں نے اعتراض
 پر دیا ہوں سے کیوں کام لیا ہو گا نکاح کے الفاظ کا اقرار کرنا ان کے لئے معمولی بات
 تھی مگر اس سے ان کا مقصد متنبہ عزت صحابہ و اہل بیت پر انہیں ہو سکتا اس لئے کہ
 کے ساتھ بیان کر دیا کہ عمر بڑا سخت مزاج شخص تھا اس نے اور اور اس کا اپنا مطلب حاصل
 کر لیا اور حضرت علی اور عباس وغیرہ کی ہاشم ایتہ پورے اور دھوکے سے کہہ کر اس کی دھمکی
 اور خوف و نقصان سے مرعوب ہو گئے اور ان کی حوالہ کر دی آہ یہ سب دشمنان دین کی
 خرافہ و انبیا میں حق ہیں چنانچہ نکاح جا نہیں کی رضا مندی سے بل جبر و اکراہ ہوا۔
 یا عزیز! اصل کتاب میں آپ کے اعتراض مندرجہ ذیل ام کلثوم اور ام کلثوم بنت
 ابوبکر کے متعلق کافی وضاحت ہے آپ دے چکے ہیں۔ یہاں اعادہ قصص حاصل ہے
 (۱) یعنی والی روایت ہم نے یہاں سے لکھی تھی مگر اربعہ نے نہایت نہ ہانی
 سے اسے جبر و غریب قرار دیا کہ اس کی کتاب بخاری و دار سے ہوا کہ کتاب غریب و الجراح
 نقل کر کے ہمارے بیان کی تائید کی ہے کہ واقعی کتب ضعیف میں مذکور ہے کہ حضرت علی
 نے بیعت اہل بیت کے حق میں عیاسی ایک مہاجر عورت کو جو بصورت انسان و مشکلی
 ہو کر خیران میں بیویہ طور سے ساتھ رہتی تھی مذہب یہود و انبیاء کیا تھا اور اسکا نام

۶۸
 حنیفہ تھا اسے بلایا اور اسے ام کلثوم کی شکل پر مشعل کر کے عمر کے حوالہ کیا جو بعد قتل عمر
 میراث لے کر خیران کو چلی گئی۔

اپنی معتبر کتاب سے یہ روایت نقل کر کے آپ فرماتے ہیں کہ مقدمہ صاحب اپنے
 یہاں کی روایات اور مختصرات سے لگتا نہیں ہمارے یہاں تو حدیث کی کتابیں
 صحیح نہیں لیا اتفاقاً ایک دو سو سے کے خلاف ہیں۔ ۱۷) احادیث کا نہیں نہیں
 بلکہ اپنے مذہب کا خاکہ اور آپ کی کتاب کے اور ہر سادہ سے چار صفحے پر ثابت کرنے
 میں سیاہ کر دے کہ جنس کا بشکل انسانہ مشکل ہونا بعید الہیال نہیں ہو یا آپ
 نے ولی قرآن سے مان لیا کہ نکاح کو ضرور ہوتا ہے مگر حضرت علی نے جانتے اصل بخیر
 کے نقلی و مختصر فاروقی اعظم کے حوالہ کر دی ہیں سلطان علی صاحب کی حالت پر
 رحم آتا ہے کہ چاروں کیسے شخص میں پھنسے نہیں رہتے تھے نہیں کہ نکاح اپنی کتاب معتبرہ
 سے ثابت ہے مگر حضرت فاروق اعظم سے بغض آسا و صدقاً نہیں کہنے و نہایت
 اپنی احادیث و روایات کی تکذیب کرتے ہیں جب اس سے مذہب کی لیا و اس کے نقلی
 دکھائی دیتی ہیں تو لا طالب تامل میں کرنے لگتے ہیں کہ یہ شخص کسی پہلو و قضاہ کی صورت نظر
 نہیں آتی آخر تصحیح کر نام ہاتھ سے رکھ دیتے ہیں اور صفحہ بالا پر اعلان کرتے ہیں کہ آپ
 دوسرے مضامین کی طرف رجوع کرتا ہوں مگر قلم سے وہی پہلے مضامین کے متعلق ہی
 واپسی تباہی باتیں نکلتی ہیں دعویٰ ہے کہ ہم حضرت عقیل و عباس کو برا نہیں
 کہتے مگر تین صفحے پر ثابت کرنے میں سیاہ کر دیتے کہ وہ دونوں (عمر و پیر و حضرت علی)
 معاذ اللہ ضعیف الیقین اور ذلیل النفس تھے الغرض یہ جو اسی گھٹا باندھ کر آپ کے
 دماغ عالی پر چھائی ہوئی و کھائی دیتی ہے یہی وجہ ہے کہ آپ کی ہر بات میں تناقض
 چتو یوں تو آپ کی ہر ضعیف ہی مجموعہ ہر لیاات سے مگر مصباح الہدایت کا حصہ ہوتا
 سراسر غزوات کی چوٹ ہے ہمیں امید ہے کہ اگر شیعوں میں کوئی بھی سمجھ رہے ہو وہ
 اللہ و ہمارے قول کی تائید کرے گا اور ہر حدیث مصباح الہدایت کی اشاعت پر
 شرمائے گا کہ ان میں کسی بے پروا سے تہذیب شائستگی و صداقت کا خون کیا گیا
 ہے۔

الحکومت کہ جم اثبات مدعا میں کامیاب ہوئے

ہم پیشہ انہی کتب فقہیہ سنیہ وغیرہ سے بھی تھک چکے ہم کلیم کے افکار کے
تعلق کا قابل توجہ تھا وہیں پیش کر چکے ہیں اگرچہ یہی کہتے تھے کہ جو حجت تھا کہ
ہم سب پر اس حجت کے تحت ہیں اور ہم کو ان کے قائل کرنا تھا جس کتاب
ان کے لئے تھی نہیں سکتی اس کے اثبات مدعا کا اسن طریق بھی ہے کہ ہم کو
ایک سہارا دے گا کہ کیا جائے الحکومت کو ہم اس میں کامیاب ہو گئے اور
تاکا ملے اور حجت ہم پہنچا دے سلطان علی صاحب نے جو تاویس کی تھی
ان کا جواب بھی دے دیا حضرت علی کا اپنی بیٹی کو فاروقی الفکر کے پاس پستور کی
کے لئے حسین کا قصہ شیعہ افرا ہے غالباً سب سے چھاپا ہوا ہے اور اسے شیعہ
نسخ ابطلت ہے اسے لکھا اور پھر ان کے نقل کیا گیا اور سلطان علی سے
اس بارہ میں اتفاق ہے کہ حضرت عمر نے حضرت علیؓ سے حیرانہ حضرت عباس کو
وہ حکایا نام کلیم کو دیا اور اسے چار دانہ دے کر لے گیا کہ اسے لیا اور
سینہ سے چھپایا اور دشمنوں نے خواہ مخواہ لیا اور اقرار کیا کہ آپ کے سر غصہ دیا
اگر اس واقعہ کی کچھ اصلیت ہو تو اب سب محض ماسلم و بخاری بھی
اس کے کو درج کرتے اور مصباح الہدایہ مشہور جامع صحابہ میں اس عقد
کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ ہم پیشہ نہیں کر چکے ہیں ان میں کافی وغیرہ
شیعی کتب کی طرح یہ افراہ و مانی نہیں کی گئی کہ نکاح حیر و تندی سے ہوا
سہرا و ہار میں مسلم کتب بیان سلطان علی خان

لاہور میں ایک سرکردہ افسر نے ایک انجمن خدائی سے جس کا مقصد بزرگان اسلام
پر تاج و تاج کرنا اور بتان باہر دینا ہے اس انجمن کی تقریروں سے شیعہ بھی متاثر ہاتے ہیں
چنانچہ ان کی کتاب معراج الہدایت کی زبان کی کامیابی اخبار ذہ الفقار کو بھی اقرار ہوئے
اس سے پیشہ کی ظاہر کوئی پڑی اور اس کے خلاف کاروائی کرنے کی کورنٹ کی اصلاح
دی و حجت پر اخبار ذہ الفقار ہے اس کتاب کے مصنف ایک صاحب ہیں جو ظلم علی
نہیں بلکہ سلطان علی میں حکومت کے لئے اور کچھ دلائل شیعیت سے کام لے کر

علی کو متنبہ کر لیا اگرچہ ہم علی جتنے نوشتہ ان کی گوشتہ نکات اس کے دایرہ غلامی نصاری
کے لئے نام سلطان علی دیکھا یہ اسی سرکشی و طغیان کی شامت سے ہے کہ
سب سے ابتدا بیت کے مصنف کی زبان بدگوئی اور کذب بیانی سے آلودہ رہتی ہے
وہ اس حکام کی نظروں میں بھی آپ کذب بیان اور بے اعتبار ثابت ہو چکے
ہیں جیسا کہ ہم ابھی ثابت کر چکے

سلطان علی صاحب کی زبان طعن بڑی دراز واقع ہوئی ہے آپ نے ایک
انجمن میں دو ورق علی چٹپی میں بہت سے الزامات اپنے لاہوری مجتہد پر لگائے
تھیں میں سے ایک یہ بھی تھا کہ جناب حجازی نے سراج عالم کے حکم کے تعلق
کا جواب میں جیسا کہ بیان سے کام لیا اور عدالت میں اظہار کیا کہ اس سے پہلے
کوئی دستہ نہیں جالانکہ وہ ان کے حقیقی چچا کے بیٹے کی ساس ہے اور حجازی
صاحب ہی نے یہ رشتہ مقرر کیا اور نکاح پر ہوا تھا وغیرہ وغیرہ ہم نہیں کہہ سکتے
کہ میں بیان میں جناب صداقت شعار نے اس قدر سچائی سے کام لیا ہے مگر
آپ کی غارت دروغ گوئی سے کہ وہی ہیں نتیجہ نکالنے پر مجبور رہتا ہے کہ اس میں
بھی طرح تحقیق کو دخل ہو گا۔

سلطان علی صاحب کو خطاب دروغ گو دیتے ہیں ہم حق بجانب ہیں
کیونکہ ہمارے پاس اسکا تحریری اور عدالتی ثبوت موجود ہے اور وہ یہ کہ ۱۲
۱۹۱۲ء میں ہمارے دروغ گو کے ایک ہم قوم نے محمد بکت علی خاں ایم اے سہنج
لہور کی عدالت میں اپنے حصہ بدری کے حصول کے لئے دعوے کیا آپ

مدعا علیہ کی طرف سے ۱۲ دسمبر ۱۹۱۲ء کو بطور گواہ پیش ہوئے اور بالکل غلط بیانی
سے کام لے کر آپ نے بیان کیا کہ ہماری قوم معاملات وراثت میں شریعت کی پابند
نہیں ہماری وراثت کو وراثت کا حصہ نہیں بلکہ میری زمین بیٹوں کو کچھ نہیں ملا
میرا ایک روکا ہے میں نے اسکو بدعتی کی وجہ سے حرم اللہ کیا ہے مدعی نے مجھ سے
خود بیان کیا تھا کہ اب باپ ساری جائداد میرے دو سرے بھائی کے نام کر گیا ہے

لے بیٹے کی بدعتی کی فساد اسکے دو صد اقسامی شہادت کی محض تربیت یعنی سو سکتی اور نہ ہی
الوان ستر کا ہے اب یہ ثبوت الہامی شریعت النسل بیان چپاں کرنی چاہتے ۱۱

اس میں اس بات پر بھی فی کمال اہدایوں انقضیہ مع ساری ہدایت گنت گنت حکمت
 کے اپنی شہادت میں کوئی دقیقہ اپنے عویب میں فی کمال نقصان پہنچا نہ کیا فی نہیں
 دیکھا آپ کی فتوح حشری طاعت جو کہ ہر وقت جہان و دیا کہ ہم شریعت کے نہیں بلکہ
 اولیٰ علیٰ سبب ہیں تاکہ اندرون سے علاج و نصیحت نافذ ہو کہ غریب بھائی محروم الہی
 ہو جائے آفت ایک مقدار کو غور کر کے کی کوشش کیا اور سچا غائب شریعت کے
 کو بہرہ دیا کہ اللہ تعالیٰ ہم سے واقعی خلیفوں کے کل وہ لگے باقی میں ایسی ہی ہدایت
 کی نصیحت ہے سچا ہے جسکی ہستی میں خداوند کے حقوق تلف کئے جائیں اور
 اپنے ساتھ اس جائزہ میں کو خلاف شریعت و واج کیا چند بتا جائے فی الواقع
 اس میں کے مصالح اور فائدہ اور سلطان العلم ایسے ہی دشمنان شرع محمدی
 ہوتے چاہیں !!!

سلطان علیٰ صاحب نے یہ شہادت دیتے کہ تو سے دی گئی نہ سمجھ کر
 چلے خلافت گواہی دی جا رہی ہے جو گھر کے پیسہ کی نہیں نکال دیا دیں گے اور
 وہ ساری کر لیا کہ جس نے شہادت دیا وہ اجود آئے اور اس ہدایت کے چراغ کو
 شرف کی سادہ ہے سچے سال پہلے کی ایک گواہی کی نقل حاصل کر کے داخل عدالت
 کر دی یہ شہادت آپ نے اپنی ایک مقوم مونیہ شہادت کی اطلاع حکم کے حق میں خلاف
 قہر میں داخل عدالت نہ صرف صاحب لاہور ہم سنی سلسلہ کو دی تھی اس میں
 آپ نے خدا جانے قبول کر یا کسی لحاظ سے مضبوط قرار دیا تھا کہ تمام سادہ و بچکانہ
 معاملات و اشیت میں پابندی نہایت ہیں اور لہذا مثال تیار کیا کہ شہزادہ سردار
 کی ایاد کے موضع ابراہیم آباد اپنے بھائیوں کی معیت میں وراثت لیا ہے اور میری
 عقیدہ میں ہمشیرہ نے میری موجودگی میں شہادی جمع دیا ہے معایم ہوتا ہے کہ
 مصعب سراج الہدایت کے مصنف نے اپنی ہمشیرہ کو جمع دینے متعلق اپنی
 مستوفیہ روغبانی سے کام لیا تھا کیونکہ اپنی شہادت کے اخیر میں آپ نے کہ دیا کہ
 کہ غریب بھائی کی اسودہ حال میں محمد نہیں بھی یعنی اسی وجہ سے میری ہمشیرہ نے
 جمع نہیں لیا۔ اگر ماننے کو ان کے میں جو سکتا ہے فعل شہادت طاعت کر کے سب علیٰ صفا
 رہا نہ کہ سب فیصلہ میں لکھی کہ سلطان علی نے جو بھائی عدالت میں بیان کیا اس کے
 بالکل خلاف وہ لاہور میں کو کسی دے جاتا ہے انہوں کا خاتم کرنا اور شہرہ و قہر اس میں

وَاللّٰهُمَّ نَصِبْہُمْ مَا لَوْکَ الْوَالِدَانِ لَاکْرَبُوْنَ

اے باپ اور فاروق کچھ بھی چھو جائیگا
 میں سے عورتیں ہی بے شہرہ ہوتی ہیں
 اس حکم کو نہ ہمیں کہہ کے جو مسلمان
 سمجھو میں ابھی ان میں نہیں ہوا
 قرآن اور بتی کے احکام سے بغاوت
 اللہ کی قسم ہے اسلام سے بغاوت
 الحمد للہ کہ سالہ نمبر

عورت کا حصہ

از خانہ تحقیق نگار صاحبزادہ غلام ونگیر صاحب آبی مولف انہیں الوداع میں غیور
 نجیب تیار کیا گیا جو کہ شریعت حقہ اسلامیہ میں کہ والدین اقربا سے عورت کو کس
 فراخ دلی اور نہایت حقوق وراثت عطا کئے گئے ہیں اور ہر گز ان سے
 استدعا کی گئی ہے کہ وہ پنجابی مسلمانوں کے گلے سے رواج کا پھندا اور کر رہا

عورتوں کو ان کے شرعی حقوق لائیں

داۃ الاصلاح لاہور

تقریب عرس سید حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ماہ محرم ۱۳۴۳ھ میں
 کر رہی ہیں لاہور میں مسیحی

اس کتاب کی تصنیف و تالیف حضرت مولانا محمد رفیع صاحب نے فرمائی ہے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے منکوبین شریعت کی اسباب کا

بوجیب اتفاق ہے کہ منکوبین شریعت کی ہدایت کے لئے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے ماہ وصال میں یہ سال شائع کیا گیا ہے تاکہ اسے پانچ سو سال پہلے خلافت شریعت میں کو ترک کر دیں حضرت ابو بکر صدیق اولی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں مکی قبائل اور ان کے رقبہ سے منکر ہو گئے حضرت صدیق اکبر نے ان سے اس بنیاد پر چاہا کہ شریعت کے جن حکم کا انکار رکھ کے انکار کا حکم لکھتا ہے آپ نے ان کے رقبہ و توحید و رسالت اور پابندی نماز و روزہ و حج کی کچھ پرواہ نہ کی اور ان کو دیکھتے ہی قتل کیا جیسے کہ منکوبین اسلام کو کرتے ہیں اگر خلفائے راشدین کے عہد میں کسی مملکت اسلامیہ میں جہاں کہ حدود و شریعت کی نگاہداشت ہوتی ہو کوئی یہ حکم لکھ کر دیتا کہ ہم مسلمان ہو کر قرآنی و کلام و احکام کو نہیں مانتے تو ان سے مرتدوں جیسا سلوک کر کے حرب و ضرب سے ان کو سیدھا کیا جاتا ہے اب بھی اگر افغانستان میں کوئی ایسا خلاف شریعت رویہ اختیار کرے تو یقیناً شکسار کیا جائے یہاں پر اندرون و خارجہ لوگوں کو سوچنا چاہئے کہ وہ کیسے خطرناک فعل کے ترکیب میں جس درخت کے سائے میں آرام پانا اسی کو کاٹنا جس زمین کے پیر و کسلانا اسی سے بغاوت کرنا بہت برا جرم ہے اگر کوئی انگریزی رعائے لاکر انگریزی قانون کی خلاف ورزی کرے اور اس کے خلاف بغاوت کرے تو یقیناً ان کو قتل قرار پائے کیا قرآنی قانون سے بغاوت کر کے منکوبین عذاب الہی سے بچ سکتے ہیں یہ گزشتہ میں بھائیو! سوچو کہ تم کسی خطرات کا روقش اختیار کئے ہو

اسلامی انجمنوں و مغللوں اور پیروں کا فرض

پنجابی مسلمان جماعت و جمود غرضی سے معاملات وراثت میں خدا و رسول کے احکام کے بددیکھ نظر آتے ہیں اس کا سبب یہ ہے کہ ہماری انجمنیں و واعظین اور پیر صاحبان عوام کی اصلاح کی کوشش نہیں کرتے اور ان کی بے اعتنائی کی وجہ یہ ہے کہ اکثر ان میں سے خود اسی رواج چمکے شعرا کے پابند ہوتے ہیں لہذا وہ حق گوئی کی ہدایت نہیں کر سکتے علاوہ ان میں وہ سالک و راستہ بھی باخیر نہیں ہوتے پس وہ کس طرح بتائیں کہ عورتوں کا حصہ مختلف صورتوں میں کیا کیا ہو اس کا علاج یہ ہے کہ پہلے وہ خود اسے اور عذاب آخرت سے ڈر کر اپنی اصلاح کریں اپنی ہمت و

عورتوں کو حسد وین۔ علم الفرائض سیکھیں پھر اردو کو سکھائیں اور اللہ سے اجر پائیں علم وراثت اسلام شریعت محمدی میں یک مشکل حصہ سمجھا گیا ہے اور اس کو ہمارے مہم بھی نصف علم دین کہا گیا ہے مگر میرے خیال میں اگر حساب آنا ہو تو یہ علم بدل میں مشکل نہیں میں نے چند ماہ بغیر دو استاد اس کے اصول کو سمجھ کر اسکو نہایت آسان پیرایہ میں مشکل کتاب (اندر کوثرین) مسلمانوں کے سامنے پیش کر دیا تھا مسلمانوں میں میرے جیسے مہم آڑوں محتاق اور شوق رکھنے والے نوجوان پیدا ہو سکتے ہیں جو اس علم دین کو حاصل کریں اور لوگوں کو راہ ہدایت دکھائیں اس میں ارشاد نبوی کی بجا آوری سے کتاب بھی ہے کیونکہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تصالحوں الفرائض علم و علموھا الناس فی نصف العلم علم وراثت سیکھو اور لوگوں کو یہی سکھاؤ کیونکہ یہ نصف علم ہے یہ علمائے کرام و پیرین عظام کا کام ہے اگر وہ اس طرف توجہ اور اپنے حلقہ اثر میں تبلیغ احکام شریعت کریں تو بہت جلد رواج کا اثر و درہم ہو سکتا ہے

میں نے رسالہ بنا میں کوشش کی ہے کہ عورتوں کے شرعی حصہ کے متعلق موٹے موٹے اصول و زمین نشین کر دوں اگر مسلمانوں نے اسے بغور پڑھا اور نیک نیتی سے کام لیا تو وہ اس مسئلہ بہت کچھ واقف ہو سکتے اور عورتوں کی داوری کر سکتے ہیں اللہ ان کو توفیق خیر عطا فرمائے

مسلمانان عالم نیچا بیوں پر کیوں طعنے زن ہیں

سوزنیں نجاب کے گیسائی کہتے ہیں یہ مردم خیز تو کیا ہوگی ابستہ مذہب خیر ضرور ہے اسکے رشتے والے عجیب قسم کے انسان واقع ہوتے ہیں جس کسی کے چکنی چیر پڑی ہاتھیں گیس اسی کے چپے ہی لٹک گئے کسی نے کہا کہ میں خدا ہوں تو اسی کی تصدیق کر دی اگر کسی نے کہا کہ خدا کوئی نہیں تو اسی پر کمانہ و صدقہا کہ دیا اگر کوئی نبوت و رسالت یا اعادہ بیت کا منکر ہے اہو گیا تو اس کی ہاں میں ہاں ملا دی کسی نے بزرگان دین سب و شتم کرنا کار ثواب بتایا تو دشنام دی اپنے شعرا بنا لیا پس ایسی و مغل مل بقیان آبادی اگر مسلمان کہلا کر یہ کہہ دے کہ ہم ہیں تو مسلمان مگر ہم قانون اسلام کو نہیں مانتے تو کوئی قابل توبہ بات نہیں

دوسرے اصولوں کے مسلمان اہل نجاب کی منافقانہ مسلمانان پر ہستے اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کہتے مسلمان ہیں کہ دعوت تو یہی اسلام کا ہے مگر عمل اسکے بالکل خلاف ہے یہ زبان پر تو

مردم و خردوں کو مقرر کردہ خداوندی عطا کردہ توابع بھی جو درود و وقت
آراہے کہ عورتیں ان کا ٹھکانا و پناہ گاہ ہیں گی اور مردوں کو اس طرح سے حق رسائی کا کوئی
توابع نہ ہوگا۔ لہذا بہتر یہی ہے کہ یہ عیسیٰ حکم خدا و رسول حق بحق واررساند

شریعت محمدیہ کا بے نظیر مدل

یہ مضمون پر گھر خدا ترس مسلمانوں کو یہ معلوم کرنے کا شوق ہوگا کہ اسلام نے وادین
واقراہے ترک سے محبت کے کیا کیا حقوق مقرر کر رکھے ہیں اس لئے میں ان کی آکاشی کے لئے
آئندہ اور اق میں مختصر ایہ مسئلہ حل کئے ویتا ہوں امید ہے وہ اس کو پڑھکر اسلام کی حقانیت
کے اور بھی قائل ہو جائیں گے کہ اس نے عطا کئے حقوق میں کس قدر قربان کا لحاظ رکھا ہے اور
نیت کسے وایت و ہی مقرر کئے ہیں بظاہر و ہی اس سے لڑا وہ افلاقی رہا جو اس نظام
کے بعد بھی وہی ترک لینے کے لڑا وہ مستحق تھے اسلام نے یہ وادینیں رکھا کہ مرنے والے کا
نسبی تعلقی اور قدرتی محبت کو جیٹی اور بہن سے جو اور زندگی بھر ہی اس کی خدمت کرتی رہیں
مگر اس کے مرنے کے بعد وادانگڑہ... وادانگی اولاد کو وادرت بنادیا جائے جو تمام عمر اس
سے لڑے جھگڑتے رہے اور اس نظام میں رہے کہ یہ کب مرنا ہے اور ہم اس کے متعلقین کو
گھال کر قبضہ کرتے ہیں۔ یہاں یوں انصاف کا یہ نظام نشانہ اسلام نے ایسا کیا آپ یہ معلوم
کر کے مطمئن ہونگے کہ شریعت محمدی میں مرد و عورت میں ترک تقسیم کرتے وقت یہ اصول قرار دیا
لیا گیا ہے کہ عورتوں پر مردوں کی فضیلت قائم رہے اور ہر حالت میں یکساں قرابت رکھنے
والے دن و مرد کو حصہ اس نسبت سے کہ مرد و عورتوں کے برابر حصہ پائے نہ

امید ہے کہ آپ اس امر میں میرے ساتھ متفق ہونگے کہ عورت ایک مکرم و مخلوق
ہے اور اسکے حصہ کو چھین کر امیر بنا اور کل پیچھے اڑانا مرد ہی نہیں بلکہ دونوں ہی
کلیہ میں ہے عورت کو مرد سے پہلے ہی نصف ملا ہے اس نصف کو بھی غصب کر لینا انصاف
سے کوسوں دور ہے نہ

زمانہ جاہلیت میں لڑکیوں سے سلوک

آفتاب اسلام کی ضیا پاشی سے پیشتر عرب میں جہاں اور ذرا بیاں۔ ایچ نہیں

وہاں لڑکیوں سے ظالمانہ برتاؤ کرتے تھے بھی برائی موجود تھی چنانچہ انکی پیدائش کو نہایت منحوس
خیال کیا جاتا تھا اور اکثر اوقات ان کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے اس واقعہ کو حالی مرحوم
نے اپنے سانس میں یوں بیان فرمایا ہے نہ

اگر پیدا ہوتی کسی گھر میں دختر تو خوف شہادت سے بے ہر ماور
پہلے ویکتی جب کہ شوہر کے قبور کہیں زندہ گاڈائی تھی اس کو جاکر

وہ کو وایسی نفرت سے کرتی تھی خالی نہ

بچے سانپ جیسے کوئی بچنے والی نہ تھی نہ

وہ مردوں کی اولاد سے بے رحمانہ برتاؤ کرتے گا تو کیا کر خود اپنی اولاد سے جو سنگدلی
برتی جاتی تھی اس کا اندازہ ایک واقعہ سے ہو سکتا ہے۔

ایک دن قیس بن عاصم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر تھے
کہ انصار میں نے اس کے سامنے لڑکیوں کے زندہ دفن کرنے کا ذکر چھیڑا قیس نے کہا کہ میں
تک ونا ہوں کہ خوف سے اپنی تمام لڑکیاں دفن کر چکا ہوں حضور علیہ السلام نے پوچھا
کیا کبھی تم کو رحم بھی آیا عرض کیا نہیں ہاں ایک لڑکی کے زندہ دفن کرنے سے میں اب تک
اپٹیاں ہوں پوچھا وہ کیسے کہا میں ایک دفعہ سفر کو گیا ہوا تھا میرے ہاں ایک لڑکی پیدا
ہوئی اس کی ماں نے اسے اپنی بہنوں کے حوالے کر دیا جب میں سفر سے واپس آیا تو میری
بہوی نے بتایا کہ ایک سرورہ بچہ پیدا ہوا تھا جس کو دفن دیا گیا میں یہ سنکر غاموش ہو رہا اور
دن رومی پرورش پاتی رہی یہاں تک کہ خاصہ عمر کی ہو گئی ایک دن وہ اپنی ماں سے ملنے
آئی اچانک میں بھی پہنچ گیا اس کی ماں نے اسے مانگ لیا اور ہاس و لیور سے خوب
آراستہ کیا ہم اتفاقاً مجھے اس کا حسن و جمال بہت پسند آیا پوچھا یہ کس کی لڑکی ہے یہ سن
کر اس کی ماں رونے لگی اور کہنے لگی یہ تمہاری بیٹی ہے میں یہ سنکر چپکا ہوا رہا اور کہہ نہ
جھٹایا یہاں تک کہ اس کی ماں غافل ہو گئی ایک دن میں موقع پا کر اسے باہر لے گیا اور ایک
گڑھا کھود کر لڑکی کو اس میں ڈھکیں دیا لڑکی بولی۔ ابا جان یہ تم نے کیا کیا میں نے کچھ
براب نہ دیا اور میری لڑکی شرم کر دی وہ کہنے لگی ابا جان کیا تم مجھے اس سنی سے بھاگ دو گے
کیا تم مجھے یہاں کیسی چور کر چلے جاؤ گے وہ برابر یہی کہتی رہی یہاں تک کہ میں گڑھے کو
چکر کے زمین کے برابر کر دیا اور اس کے ساتھ اس کی آواز بھی بند ہو گئی یہ سن کر رسول

اللہ

نے سنگدلی اور جہول کو ظاہر اندہ سلوک زندہ درگور کرنے سے بدتر ہے کہ موت اس زندگی سے بڑھ کر ہواقت۔ مسیحیت اور

اور رسول اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں میں آنسو پھرائے اور فرمایا بیشک یہ سنگی ہے اور جو کسی پر
 رحم نہیں کرتا اس پر کوئی رحم نہیں کرتا ہے
 جو چشم کے پتے ہم بودہ ہو گو تو بہتر نہ
 جو دل کہ ہو بے دل و دل جو جانے تو اچھا

اسلام نے لڑکیوں کو ترکہ کی حیثیت

جب لڑکیوں سے اس قدر بیہ جاؤ اور ظالمانہ سلوک ہو باقیہ تو غیرت الہی جو شہ
 میں ہوئی اور اس نے اپنے محبوب محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول بنا کر بھیجا حضور نے وہاں
 کو لڑکیوں سے حسن سلوک کی تاکید دی۔ فرمایا کہ ہر شخص کی بہن یا دو بیلیاں ہوں اور
 وہ ان پر خرچ کرے یہاں تک کہ وہ ان کی شادیاں کر دے یا اگر وہ مر جائے تو وہ لڑکیاں
 اس کے لئے وراثت کا روادہ ہو جائیں گی یعنی کہ وہ دونوں سے محض نام رہے گا لہذا ہاک نے
 دختر کی پریشانی سمجھتی ہے زجر فرمائی ہے اور لڑکی مارنے والے ظالموں کو قابل خطاب بھی نہیں
 سمجھا بلکہ بتایا ہے جب کہ سورق کی نورانی عمارت کو پیٹ لیا جائے جس وقت تار سے چھڑ جائے
 جو وقت پہاڑ اپنی جگہ سے چلائے جائیگا اور جو وقت روجوں کو ان کے جیسوں سے ملا جائیگا
 اور جو وقت یعنی روزِ محشر زندہ و مرگہ (لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ کس قصور سے بدلے تو ماری
 گئی تھی وَاَذَاكَ الْمَوْتُ ذَنْبٌ ذَنْبٌ تَبَيَّنَتْ ۔ ۔ ۔ آہ اس عجاری
 معصومہ سے کوئی جرم بھی نہیں ہوا۔۔۔ مستوجب قتل جرموں (زنا بعد نكاح)۔ ارتداد و
 قتل مسلم) میں سے نہیں ہوا تا وہ صرف اس لئے ماری گئی کہ وہ لڑکی تھی پس اس کے
 بے گناہ قتل کی سزا جہنم نہیں تو اور کیا ہو سکتی ہے !!!

الغرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑکیوں سے حسن سلوک کی ہدایت
 کی اور ان کے قاتلوں کو وہ عیدِ عذاب سنائی جس کا یہ اثر ہو کہ دختر گئی کی رسم عرب سے
 بالکل ناپا و ہو گئی اور وہ آزادی سے زندگی کے دل گزارنے لگیں یہ فائدہ اللہ علیہ وسلم

اسلام نے لڑکیوں کو حصہ دلایا

اسلام نے نہ صرف لڑکیوں کے قتل کو نہ کیا بلکہ ان کو ترکہ و الدین سے حصہ
 بھی دیا حالانکہ عرب میں دستور تھا کہ لڑکیوں کو اسی طرح حصہ نہیں دیتے تھے

جس طرح کہ اب تک ہندوستان میں ہندو اور مسلم غلام و غلامیہ دیتے ہیں مگر اللہ نے
 وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ حکم صادر فرما کر لڑکیوں کو حصہ وار بھیج دیا

اس آیت کا شان نزول یہ بیان کیا گیا ہے کہ اس بن ثابت انصاری نے جب وفات
 پائی تو اس کے دو بیٹے ان کے مال پر قبضہ کر بیٹھے اس کی بیوہ ام کو کہ آنحضرت مسلم کی
 خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ یا حضرت اس بندہ کی بیوہ کے خاوند نے وفات پائی اور میں
 یتیم بچیاں چھوڑیں میں اتنی مالدار نہیں کہ ان کی پرورش کر سکوں ان کے باپ نے بہت
 سال چھوڑا ہے لیکن سویدا اور عوف نے اس کو لے لیا ہے مجھے اور حمیم کی بیٹیوں کو
 کچھ نہیں دیتے آنحضرت نے اسی وقت ان دونوں کو بلایا انہوں نے کہا یا رسول اللہ
 مسلم ہم میں بھی رواج ہے حضور علیہ السلام نے فرمایا جاؤ ورنہ عیدِ عذاب تمہارے
 حق میں کیا فیصلہ کرتا ہے چنانچہ وہ آیت نازل ہوئی جس کا ہم ذکر کر چکے ہیں اور جس
 کی رو سے لڑکیوں کو محروم اللات رکھنے کی رسم یا سہ ماہین عرب میں سے موقوف
 ہو گئی۔ واللہ علی ذالک

محرمات پر حیثیت میں حقدار وراثت ہے

اسلام نے عورت کو ہر حیثیت پر رشتہ داری میں حقدار وراثت ٹھہرایا ہے اور اسکو
 نے ایک عام حکم نافذ فرمایا ہے کہ وَالْوَرَثَةُ الْفِطْرَةُ قَبْلَ الْوَرَثَةِ الْوَالِدَانِ وَالْأَقْرَبُونَ
 وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكَافِرِينَ کہ والدین اور اقرباء کے ترکہ میں مردوں کا بھی حصہ ہے اور عورتوں کا بھی خواہ مالی متروک
 کم ہو یا زیادہ ہر ایک کا حصہ اور اگرنا فرض ہے ہاں حصہ مقرر کرے میں اللہ تعالیٰ نے
 انصاف کو ضرور مد نظر رکھا ہے اور مرد کی فضیلت محنت مشقت کمائی اور اخراجات
 کو ملحوظ رکھتے ہوئے۔ لہذا کہہ سکتے ہیں کہ عطا اللہ تعالیٰ کا ایک قاعدہ مقرر کیا ہے کہ جہاں
 مرد عورت یا کساں قرابت کے ہوں وہاں مرد کو دو عورتوں جتنا دیا جائے چنانچہ
 جہاں مرد کو شہر ہوئے کی حیثیت سے چارم ملتا ہے وہاں عورت کو نہ ہر ہو لڑکی
 صحت میں شہر دیا جاتا ہے جہاں عورت کو بیٹی ہوئے کی حالت میں ایک ثلث (ایک
 عطا ہوتا ہے وہاں مرد کو بیٹا ہوئے کی وجہ سے ثلث ان (ثلث) دیا جاتا ہے

ہم انشاء اللہ ذیل میں ثابت کر دینگے کہ اسلام نے کسی حالت میں بھی عورت کو ترکہ سے محروم نہیں کیا وہ کسی نہ کسی رشتہ سے غریب و بے یقینی ہے۔

عورت بڑی ہونے کی حیثیت سے کبھی خرم و لاریت نہیں ہو سکتی

محرم سب سے اول عیت و خیر پیدا ہوا ہے والدین اس کو پرورش کرتے ہیں وہ بوش سنہا لئے ہی خدمت میں لگ جاتی ہے اور اپنی طاقت کے مطابق گھر کے کاموں کا جو بوجھ اٹھاتی ہے دوسروں کی مثالی ہی کیوں دوں میں اپنی بیٹوں ہی کی خدمتگاری کا ذکر کرتا ہوں ایک ایسی چھٹی عمر کی ہے مگر اپنی عمر کے مطابق کام میں مصروف رہتی ہے اور کبہ نہیں تو محبت سے اپنے چھوٹے بھائی کے کپڑے ہی دھوئے لگتی ہے اس کی والدہ کھانا پکا کر اس سے تو وہ اس کی بہن کو کرتی ہے جسے بھائی کو بھلائی رہتی ہے الغرض جو کام وہ کر سکتی ہے اس کرنے سے کبھی سرتابی نہیں کرتی

دوسری بیٹی اس سے چند سال بڑی ہے اس نے بڑا آرام دے رکھا ہے بیٹے پر وہ نے وقت ضرورت ماں باپ بھائیوں کے کپڑے وصول کھانا پکانے بستر بچانے الغرض گھر کے سب کام کاج میں ماں باپ کی مدد کرتی ہے گھر میں لڑکیوں کا وجود اتنا کرام بخش نہیں جتنا لڑکی کا ہے اور میں یقین کرنا ہوں کہ سب شریف گھرانوں کی لڑکیاں والدین کی ایسی فرما نہروار اور غر مت گزار ہونگی جیسی کہ ہماری ہیں پھر کس قدر ناقہ رشناس ہیں وہ ماں باپ جو ان کی خدمات کا کچھ اعتراف نہ کریں بلکہ انہیں ترکہ سے محروم کھجور و صیرت کر رہا ہیں اور کہیں کہ ہمارے ماں لڑکیاں محروم الٹ نہیں حالانکہ ان کا ایسا کرنا اوکھنا یا اکل ضلالت حکم قرآنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے برابر ہے خدا کے رزاق کو اپنی اس کمزور مخلوقات کے حقوق کی نگاہ اشت اس قدر منظور ہے کہ لڑکے کا حصہ لڑکیوں کے حصہ کے تابع کر دیا اور فرمایا کہ الذکر من جن حظ الاصل یہ نہیں فرمایا کہ لڑکی کا حصہ لڑکے سے نصف ہے اگر یہ ارشاد ہوتا تو مطلب ایک ہی تھا لہذا ابتدا سے بخش ضعیف و کمزور سے کی اور دینے کا حکم یوں فرمایا کہ ایک لڑکے کو دو لڑکیوں

کے بار چھ دو یہ ایشیا کو اس حد بہت میں ہے جب میت کی اولاد میں لڑکیاں بھی ہوں اور لڑکے بھی مگر جب لڑکے نہ ہوں اور صرف لڑکیاں ہی ہوں تو پھر ان کا حصہ خدا کے مقرر کردہ ہے تاکہ میت کا کوئی مستحضر (پوتا - بیٹا یا چچا) کل تر کرے جو جہنم نہ کرے جب ایک بیٹی ہو تو اس کے لئے مال مقرر ہے کہ نصف ہے اگر ایک سے زیادہ ہوں تو وہ سب دو تہائی میں شریک ہونگی ۔

بے بی بی سے جے حاصل ہو زمین دو دو کر کو مثل خط الانشیدین

ابھی بٹی ہو تو اس کو نصف دو

مگر حقیقت ہے ان سنگدل مسلمانوں کی دلوں ہستی پر جو حیرت کی بیشیوں کو بھر دے کر دیتے اور سب کچھ نوحہ و تمہیلا لیتے ہیں اور ناراض ہیں سے جو اس غضب کے بدلے یقیناً ان کو ہمیشہ جھلائے گی نہیں ڈرتے حالانکہ وہ جانتے ہیں کہ یہ دنیا کی زندگی چلے روزہ ہے۔ اس پر دائمی آرام آخرت کو قربان نہیں کرنا چاہیے خدا ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے آمین

بیشوں کے حصص میں شیعوں کا اختلاف

میں نے جب ۱۳۲۲ھ میں علم الفرائض کا فیضان حاصل کر کے مبارک
 اسلام پرائیس اور اربعین کی کھٹی فقی اس وقت مجھے تعجب ضرور ہوا تھا کہ شیخ ہم سے
 مسائل وراثت میں کیوں مختلف ہیں مگر بعد ازاں جب بابو غلام محمد صاحب امرتسر
 کی ہربانی سے شیعوں کے مذہب کا مطالعہ کرنے کا موقع ملا تو ثابت ہو گیا کہ جن لوگوں
 نے اس مذہب کو وضع کیا تھا ان کا مقصد ہی یہی تھا کہ مسلمانوں میں اختلاف و فتنہ
 لگائے تاکہ شیرازہ یکفر عائد ہو اور وہ بقابلہ مخالفین و بجا نہیں چنانچہ وہ لوگ
 ارادہ یہ ہیں کامیاب ہو گئے اور آج ہم شیعوں کے مجتہد (حائری) کو علی الاعلان پکارا
 دیکھتے ہیں کہ شیخ اصولاً و فروعاً سب فرق اسلام یہ سے مخالف ہیں (فتاویٰ
 حائری حصہ ششم)

ایک اسلامی فرقہ ہونے کے بعد عرب اور اس کے اہل بیت کے لئے قرآن مجید ہی کو نقل کتبہ ماننے پر

پس بھی چپی کو ترکہ موالدین سے محروم نہیں کیا۔ فالحمد للہ علی ذلک

عورت پر تو بیکر بھی حقدار وراثت ہے

دنیا میں جلوہ گر ہوئے ہی جہاں لڑکی بنتی ہے وہیں وہ کسی کی پوتی بھی کہلاتی ہے۔
بچی کے بعد پوتی کو قربتِ قریبہ حاصل ہے اور ذواکِ جنس محبت سے وہ خدمت کرتی ہے وہ
اسی کا حصہ ہے اس لئے اسلام نے میت کے بیٹے اور بیٹیوں کی عدم موجودگی میں اسے بھی
قرباً ویسے ہی حقوق و وارثت عطا کئے ہیں جیسے کہ بچی کو بیٹی وہ نصف کی حقدار ہے اسے
سہمیں (ثلث) اس وقت بھی مل جاتا ہے جبکہ وہ اپنی ایک بیوی کے ساتھ ہو اگرچہ وہ چھیاں
دوہوں اور اسکا اپنا بھائی یا بھتیجا ہو تو بھی اسے شہم حصہ اور ترکہ عید مل جائیگا اور جب ترکہ
مال وراثتوں کے علاوہ اس کی معیت بھی ساتھ ہو تو بھی وہ پانچواں حصہ لینے کی حقدار ہونگی نہ

ہیں ہونے کی حیثیت میں عورت کا حصہ

لڑکی پیدا ہو کر جو ایک اور نسل میں مربوط نظر آتی ہے وہ بہن بھائی کا رشتہ ہے اولاد سے آرام تو آدمی ہمد میں محبت سے پاتا ہے والدین کے گھر میں ماں کے بعد جو اسے سچی محبت کی تصویر نظر آتی ہے وہ بہن کی صورت ہے بھائی سے سختیاں سہنا اور پھر بہتری ہی کی دعا مانگنا بہن ہی کا شیوہ ہے بہن جتنک سیکے میں رہتی ہے بھائی کی خدمت گزار ہی اس کا وظیفہ رہتا ہے اور سسرال جا کر بھی وہ بھائی کے حق میں دعا چیر ہی کرتی رہتی ہے اور جب سستی ہے کہ اس کا بھائی یا بہن نگاہت میں ہے تو وہ بڑا پشیمانی ہے اگر بھائی اسے کچھ دے تو سو سو دعا مانگیں دیتی ہے اسلام نے اسی لئے بہن کے حقوق کو نظر انداز نہیں کیا اور اسے ترکہ بھراورہ خواہر سے نصف کی مقدار نصیب دیا ہے بشرطیکہ اس کے بھائی یا بہن کے بیٹا پوتا اور باپ دادا نہ ہو اور صرف ایک ہی بیٹی ہو وہ ایک ٹلٹ (لمبے) پانے کے جب بھی مستحق ہوگی جبکہ اس کے بھائی یا بہن کے بیٹیاں ہوں یا ایک لڑکی کے ساتھ ایک بیٹی بھی ہو۔

مومن اگر سوتیلی ہے تو سگی بہن کی عدم موجودگی میں اس کے سگی بہن جیسے حقوق ہونگے اور اس کی موجودگی میں سوس (بہن) لینے کی مستحق ہوتی ہے اور حصہ تمام

مجبور جس آیات و احادیث میں اس واقعہ بیان ہوئی ہیں کہ ان میں کچھ ناوہیل کی گنجائش نہیں
ہو سکتی تھی لہذا اس پر تو شبہ ہمارے ساتھ متعلق ہیں کہ جب لڑکیاں لڑکے کے لئے جگہ ہوں
تو لڑکے کو دو لڑکیوں کے برابر حصہ ملے گا مگر جب صرف لڑکیاں ہی لڑکیاں ہوں تو ہر ایک
ساری جائداد لڑکیوں کو ہی دلا دیتے ہیں عصہ بارت کا اس صورت میں ان کے مال کوئی
حق نہیں حالانکہ یہ منشاء قرآنی کے خلاف ہے اگر افسوس کہ اس صورت میں فقرہ حصہ
سے زیادہ دلا نا منظور ہے تو یہ عارضہ ہوتا کہ ان کے لئے قرآن میں لکھا ہے کہ ان کے لئے حصہ
مقرر کیا گیا ہے کہ ان کے لئے حصہ دیا جائے گا۔

یہ حصے مقرر کر دینا صاف ظاہر کرنا ہے کہ کچھ کچھ نصبت یا دو تہائی سے بچ رہا ہے اس فاضلہ رقم کے کوئی اور وارث مستحق ہیں جن کی متعلق تصریح کرونا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سپرد کیا گیا چنانچہ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ مقررہ حصص والوں کو دیکر جو بھی سب سے وہ حصص کا حصہ ہے یعنی پوتوں کا۔ یا باپ کا یا دادا کا یا بھائیوں کا یا چچا وغیرہ کا گھر اس کا قانون وراثت میں بھی اختلاف ڈالنے کے لئے بانیان مذہب شیعہ نے محضات کے حصص کو اڑا دیا اور سب کچھ بیٹیوں ہی کو دلا دیا جو بھیا تشدد ہے جس کی برداشت محضات نہیں کر سکتے اور وہ مجبور رہتے ہیں کہ ایسے وقت میں علما نے اختلاف سے فتوے کے کر حتی حاصل کریں ایک طرف تو لڑکیوں کے حق میں یہ افراط اور دوسری طرف یہ تقریر کہ حسب میت کی بیٹیاں سیت کے والدین اور زن یا شوہر کے ساتھ ہوں تو وہ دوسروں کو پورا حصہ دینے کے لئے لڑکیوں کا حصہ گھٹا دیجئے اور مسئلہ حول پر عمل نہیں کرئیے کیونکہ وہ سالار عادل فاروق اعظم سے مروی ہے اور جس کی رو سے مقررہ حصص والے ورثا حسب حصہ خود نقصان میں شریک کئے جاتے ہیں۔ مثلاً ماں باپ کا چھٹا چھٹا حصہ اور شوہر کا چوتھا حصہ قرآن سے ثابت ہے اب اگر ان کو جمع کریں تو حاصل جمع لہا ہوتا ہے پورے ایک پراس چارم کے اضافہ کو بجائے اس کے کہ سب وارثوں کے حصے پر وراثت کا حسب حصص نقصان تقسیم کریں شیعہ علماء اسے لڑکیوں ہی پر ڈالتے ہیں اور ان کا حصہ بچے سے گھٹا کر صرف بچے رہتے ہیں جو صریحاً ظلم ہے پس شیعہ مذہب کا قانون وراثت انطواء و سطر سے دور اور افراط و تقریط کا مجمع ہے۔ لہذا قابل عمل نہیں

یہ ایک جملہ معترفہ وریان آگیا ہے ورنہ مقصود تو یہ تھا تا ہے کہ اسلام نے کسی عقیدہ

تو اسے اس حالت میں بھی لیا جاتا ہے جبکہ وہ میت کی دوستی ہنسوں اور ایک سو تیل
بھائی کے ساتھ ہو۔

ماوروی ہیں۔ یعنی وہ ہیں جو صرف ماں کے رشتہ سے ہیں ہے بھائی یا بہن
کے ترکہ سے سندس ہیں۔ یعنی کی مستحق ہے جبکہ میت کے اولاد درجیا۔ بیٹی۔ پوتا پوتی
نہ ہو اور نہ ہی باپ یا ماں یا والدین

عورت کا حصہ بحیثیت زوجہ

عورت والدین کے گھر پرورش پا کر جب اس قابل ہو جاتی ہے کہ وہ ایک اور
گھر کو آباد کرے تو اس کی شادی کر دی جاتی ہے خاوند سے علاوہ ماں و باپ کے وہ
اس رقم کو وصول کرنے کی حقدار ہے جو بطور حق بہ وقت نکاح مقرر ہو جائے یہ رقم
خاوند کے سر پر فرض ہے جو دوسرے قرضوں کی طرح تقسیم ترکہ سے پہلے اوکرا
ضروری ہے

اسلام نے اس عارضی تعلق میں بھی عورت کو ترکہ شوہر سے حقدار وراثت قرار
دیا ہے یعنی اگر خاوند کے اولاد ہے تو وہ من (میں) لے گی اگر نہیں ہے تو باپ (پہلے) اس
حصہ کی وہ با اختیار کامل مالک ہوگی نہ کہ روایط پر کہ کتنے کو تو زوج کا تمام ترکہ اس کے
قبضہ میں ہے مگر محال نہیں کہ اسے رہن و بیع و ہبہ کر کے ہمدردیات پوری کر سکے
رواج یہ ہے کہ نہایت محدود اختیارات ملکیت دیتا ہے بیشک وہ کا خدات
میں زمین کی مالک نہ تو لکھی جائے گی مگر اسکو منتقل کرنے کی مجاز نہ ہوگی تاکہ جس گھر میں وہ
جائی گئی تھی اس کی زمین دوسرے کے پاس وراثتاً منتقل نہ ہو یہ اور بات ہے کہ
زعیمہ اعیانہ شیعوں اور رسم و رواج میں اسے ہر باور میں دیکھ چلی جائے تو کوئی حرج
نہیں ہاں خدا و رسول کے حکم کی بجائے روای میں اسے دوسروں کو دینے سے ناگ
کشتی ہے یا

میتہ و بیوہ کو محدود اختیارات ملکیت دینے میں مجبور ہیں کیونکہ وہ اپنیوں میں
رشتہ نہیں کر سکتے مگر بخلاف اس کے ہم روکی کو غیر برادری میں دینے پر مجبور نہیں
اور عموماً ہمارے ہاں دستور یہی ہے کہ برادری سے باہر روکی نہیں دیا جاتا پس

جب اپنی برادری ہی کی روکی زوجہ بنی تو اسے حصہ شرعی دینا اپنیوں ہی کو دینا ہے
ہاں مرد کو یا ہر بیواہ کرتے وقت سوچ لینا چاہیے کہ اگر بیوہ ہو گئی اور میرے
کوئی فریضہ اولاد نہ ہوئی تو زوجہ کا حصہ ضرور اس کے بھائی بندوں میں منتقل ہو جائے
شیعوں نے یہ قرار دے لیا ہے کہ عورت جائداد غیر منقولہ کی وارث نہیں ہو سکتی
گویا وراثت زوجہ کے معاملہ میں وہ روای میں اکثر روایوں کے شر سے مسلمانوں
کو محفوظ رکھے۔ آمین

عورت کا حصہ بحیثیت والدہ

دنیا میں سب سے زیادہ محترم خیر و برکت اور سراپا ہمدردی ماں کا وجود ہے جس
محبت سے وہ مصیبتیں اٹھا کر خفایاں جھیل کر راتوں جاگ کر اولاد کی پرورش کرتی ہے
اور اس کی ذرا سی تکلیف سے بے تاب ہو جاتی ہے اور اس کے حق میں دل سے دعا کرتی
رہتی ہے وہ ماں کے سوا اور کسی کا کام نہیں اگر اسلام ترکہ وراثت سے ماں کا حصہ مقرر نہ
کرتا تو وہ زمین فطرت نہ کہلا سکتا قرآن شریف میں جہاں اور قریبی رشتہ داروں کے حصوں کی
تشریح ہو چو ہے وہاں والدہ کی بھی ہے کہ اگر میت کے اولاد ہے یا ایک سے زیادہ بھائی ہیں
زیر تو مال کو سندس (پہلے) لے گا اور اگر نہیں تو شلت (پہلے)

شیعوں کا اختلاف

قرآن نے اصول باندھ دیا ہے کہ جب ایک قرابت کے مرد و عورت جمع ہوں تو مرد کو
دو عورتوں جتنا حصہ ملے گا اس اصول پر خاوند کو عورت سے ملتا ہے بھائی کو بہن سے
دو چہ عطا ہوتا ہے پوتی سے پوتے کو مضاف عطا دیا جاتا ہے ماں باپ کے حصہ میں
خود قرآن میں تصریح موجود ہے کہ **لِلزَّوْجَةِ مِثْلُ لِدَافِعِ** **وَالْأُمُّ وَالْأَبُ** **وَالْأَخُ وَالْأُخْتُ**
یعنی جب میت کے اولاد نہ ہو اور اس کے وارث اس کے والدین ہی ہوں تو اس کی
ماں کا حصہ تہائی ہے اس سے صاف ظاہر ہے کہ باقی باپ کا حق ہے اور وہ دو تہائی
ہے پوتائی سے ملتا ہے اس سے ثابت ہو گیا کہ باپ کا حصہ ماں سے اگر گونا گونا گونا گونا
بھی تو نہ چاہئے فقہائے اہل سنت نے اس اصول کو اس وقت بھی نظر انداز نہیں کیا

جیکہ والدین کے میت کے احد الزوجین (یعنی طائفہ یا بیوی) ہوں ہیں جب خاک و سافہ ہو تو خفیوں میں سے اولاد میت کے ترکہ سے نصف شمار ہو دیا جاتا ہے باقی نصف کا ایک مٹائی یعنی (پہلی) ماں کو اور اس سے دگنا یعنی باپ کو مگر شیعوں کے ہاں اس صورت میں باپ کو پہلی ماں کو پہلے دینے کا حکم ہے اور اسی طرح میت کی زوجہ کے ساتھ وہ ماں کو پہلے دیتے ہیں اور باپ کو چھ لیکن ہم ترکائی اصول پر ماں کو پہلے دینگے اور باپ کو پہلے ہماری سزاؤں سے یہ ہے کہ جہاں جہاں میتیں کا دوا کو چلا ہے انہوں نے اہل سنت کے صحیح طرز عمل کو دوم پر ہم کرنے میں فرق نہیں کیا ہے

الغرض یہ ثابت ہو گیا کہ اسلام نے ماں کو ہر صورت میں اولاد کے ترکہ سے حصہ دلا یا ہے اور یہ نہیں کیا کہ پالا پوسا تو اس نے اور اگر کار اولاد کی تمام کمائی دوسروں کے حوالے کر دی۔

اسلام میں وادی نانی کا حق

اسلام نے وادی اور نانی کو بھی ذوالفروض میں شمار کیا ہے یعنی ایسے وارثوں میں جن کو مقررہ حصہ دینا فرض ہے ماں نہ ہو تو نانی کو ایک سدس (۱/۶) ضرورت سے گا اور اگر باپ نہ ہو تو وادی ششم لیکن وادی اور نانی کو حیات صحیحہ کہتے ہیں جو کبھی موجود ہونے کی صورت میں سدس میں شریک ہو جاتی ہیں۔

پیشی کی اولاد کا وراثت میں حصہ

اسلام میں پیشی کی اولاد کو بھی حصہ دیا جاتا ہے مگر اس صورت میں کہ نہ کوئی ذوالفروض میں سے باقی ہو نہ معصیات میں یعنی جن حصہ داروں کے حصے نہ کوڑ چکے ہیں ان میں سے اگر کوئی نہ ہو اور نہ ہی کچھ یوں میں سے کوئی مرد ہو تو میت کے نواسے نواسیاں اور ان کے بیٹے بیٹیاں وارث ہو گئی۔

شیعوں کا اختلاف شیعیہ اس معاملہ میں ہم سے بعد المشرقین پر ہیں وہ لڑکیوں کی اولاد کو وارثوں کے طبقہ اول میں شمار کرتے ہیں اور اس کے ہوتے میت کے باپ و دادا کی اولاد کو کچھ نہیں دیتے مثلاً اگر میت کی نواسی بھی ہوگی تو نہ دادا کچھ لے سکتا

اور نہ سگایا لی۔ حضرت امام اعظم سے جب امام جعفر صادق نے فرمایا تھا کہ سنا ہے کہ آپ دین میں عقل کو بہت دخل دیتے ہیں تو آپ نے جواب دیا تھا کہ میں شریعت کے حکم صریح کے سامنے اپنی عقل کو چلنے نہیں دیتا چنانچہ میں دیکھتا ہوں کہ لڑکی لڑکے سے جو کہ زوری زیادہ مستحق ارادہ ہے مگر چونکہ شریعت نے یہی فیصلہ کیا ہے کہ لڑکے کو لڑکی سے کھانا دوا اس لئے میں نے کبھی یہ فتوے نہیں دیا کہ لڑکی کو لڑکے کے برابر یا زیادہ حصہ دیا جائے۔

معلوم ہوتا ہے کہ بائیان مذہب شیعہ نے معاملات وراثت میں دین کے احکام کے مقابلہ میں اپنی عقلی عقائد کے گھوڑے بہت دوڑائے ہیں اور ارشاد نبوی کو پس پشت ڈال کر ان وارثین کو زمرہ وارثین درجہ اول میں شمار کر لیا ہے تو دوسرے طبقہ کے حق خیر کلی حذب ہمالہ لحدھ فیر حنوت انرض بتانا یہ مقصود ہے کہ اسلام نے اپنے درجہ پریشی کی اولاد کو بھی حصہ سے محروم نہیں کیا

والدہ اور وادی کے باپ و اولاد کا حصہ

جب پیشیوں کی اولاد بھی نہ ہو تو شریعت نے والدہ میت کے باپ۔ وادی کے باپ۔ نانا کے باپ نانی کے باپ اور نانا کی ماں کو یکے بعد دیگرے میت کے ترکہ کا وارث بنایا ہے یعنی پہلے نانا وارث ہوگا اگر وہ نہ ہو تو پھر وادی کا باپ وغیرہ۔

شیعوں کا اختلاف شیعیہ متذکرہ بالا وارثوں کو طبقہ دوم میں جگہ دیتے ہیں اور ماں باپ اور اولاد کے بعد اسی کا حق مقدم سمجھتے ہیں یہاں بھی انہوں نے شرعی معاملات میں عقلی ڈھکوسلوں سے کام لیا ہے یا ہم سے اختلاف رکھنے کو بیراہہ نکالی ہے۔

بھتیجیوں اور بھانجی بھانجیوں کا حصہ

جب میت کے نانا وغیرہ بھی نہ ہوں تو شریعت نے بھتیجیوں اور بھانجی بھانجیوں کو بھی ترکہ سے حصہ دلا یا ہے۔ شیعیہ یہاں بھی ہم سے اختلاف رکھتے ہیں اور ان کو طبقہ دوم کے وارثوں میں شمار کرتے ہیں۔

پچھو بھی خالہ اور ان کی اولاد کو بھی حصہ ملتا ہے

جتنی بیویاں اور بھائیوں کے نہ ہونے کی صورت میں پچھو بھی اور خالہ کو حصہ دراشتہ بنتا ہے پچھو بھی چونکہ باپ کی بہن ہے اس لئے وہ ماں کی بہن (خالہ) سے دو گنا حصہ پائے گی یعنی ان میں تقسیم دو اور ایک کی نسبت سے ہوگی اور ایک قسم کی سگی اس قسم کی سوتیلی اور انسانی رشتہ دار کو محرم کر دے گی

جب باپ کی بہن اور ماں کی بہن اور بھائی نہ ہوں تو چچا کی بیٹی کی اولاد اور ماموں کی اولاد اور خالہ کی اولاد کو حصہ ملتا ہے اس طرح کہ چچا کی بیٹی پچھو بھی کی اولاد کے ساتھ دو بھائی اور چچہ بھی کی اولاد کو میت کے چچا کی بیٹی کے نہ باقی ہونے کی صورت میں ماموں اور خالہ کی اولاد کی موجودگی میں بچے لے گا اور ان کو لے لے

شیعوں نے بھی ان کو طبعاً سوم میں شمار کیا ہے بہر حال اسلام نے والد اور والدہ میت کی بہنوں کو بھی اپنے مقام پر حصہ دلایا ہے ذہن المانع

اس سے کیا ثابت ہوا

بھائیو! آپ کو معلوم ہو چکا کہ اسلام نے عورت کو ہر رشتہ میں مقدار وراثت بتلایا ہے اور اس کو عیدنی رشتہ دار مردوں پر مقدم رکھا ہے مثلاً ایک شخص دو بیٹیاں اور ایک بھائی یا دو بہنیں اور ایک چچا چچو کو رحل ہے تو پہلے بیٹیوں یا بہنوں کو ان کا حصہ (ثلثاں) (یعنی) دیکر باقی ماندہ ثلث (یعنی) بھائی یا چچا کو لے گا اسلئے کہ اپنی اولاد باپ کی اولاد سے اور باپ کی اولاد دادا کی اولاد سے بوجہ زیادہ قریب دار ہونے کے زیادہ حصہ پائے گی مقدار ہے یہ ایک قدرتی اور دل لگتا اصول ہے جسے دینِ فطرت اسلام نے بوقت تعین حصص مد نظر رکھا ہے مگر وراثت کی بے اصولی اور تم کیشی ملاحظہ ہو کہ نہ وہ بیٹیوں کو حصہ دلاتا ہے نہ بہنوں کو اور سب کچھ بھائی اور چچا وغیرہ ہی کے حوالے کر دیتا ہے میں نے آپ کو نہایت اختصار کے ساتھ عورت کا حصہ ہر قسم کی رشتہ دار موٹلی حیثیت سے بتا دیا ہے کہ وہ میت کے بیٹے بیٹی اور پوتے پوتی کی نسبت سے میت کی میت کے دوا دادی کی بیٹی میت کے بھائی اور بہن کی بیٹی میت کے چچا پچھو بھی بلوں

خالہ کی بیٹی الغرض ماں باپ کے تمام قسم کی بیسی رشتہ دار ہونے کی حیثیت سے مردوں کے وراثت بدویش ترک میت سے اپنے اپنے مقام پر حصہ پاسکتی ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ اسلام جس خراجِ دلی سے عورت کے حقوق مقرر کئے ہیں اور کسی مذہب نے نہیں کئے یہ حقیقت حال معلوم کرنے کے بعد بھی ہر شخص اس اسلام کے دینِ فطرت ہونے کے قابل نہ ہوں اور شریعتِ محمدیہ کے آگے تسلیمِ خم نہ کریں ان کی بابت یقین کرنا چاہئے کہ ان کی حالت قابلِ رحم ان کی دماغی قابلیت قابلِ افسوس اور ان کا ایمان خطرے میں ہے ہمیں خدا سے انتہا کرنی چاہئے کہ وہ ان کی اصلاح کرے اور ہدایت دے

گورنمنٹ کس طرح عورتوں کے حقوق دلا سکتی ہے

میں نے چند روز ہوئے انجمن حمایتِ اسلام کی توجہ بذریعہ اخبار رسالہ سمیت وزیندار مورخہ ۱۵ ستمبر ۱۹۵۷ء مستورات کی حقوق تلخی کی طرف مبذول کرانی تھی کہ وہ شہاب کی ایک بہت بڑی انجمن ہونے کی حیثیت سے گورنمنٹ سے اسنادِ کار کے کہ مسلمانوں کی جائداد کی تقسیم کے متعلق جو دعوے دائر ہیں ان کا فیصلہ لازمی طور پر شرعِ محمدی کے مطابق کیا جائے تاکہ اس گروہِ صنعت کو اپنا حق شرعی مل جائے۔

شاید بادی النظر میں یہ درخواست قابلِ سماعت نہ خیال کی جائے گی مگر گورنمنٹ کسی کے رسم و رواج میں دست اندازی نہیں کرنا چاہتی مگر ہمارا سوال یہ ہے کہ جب رسم و رواج ایک طبقہ پر ناقابلِ برداشت مظالم کی حد تک پہنچ جائیں رسم و رواج کی آڑ میں گروہوں کے حقوق پر دھاکے پڑیں اور ظلم و ناخدا ترس لوگ دارشائین بازگشت کہلا کر رہیں رشتہ داروں کے حقوق غصب کر لیں تو وہ رسم و رواج اس قابل نہیں کہ ان کو تسلیم کیا جائے اور ان کو جاری رکھ کر حق تلفیاں قائم رہتے دی جائیں اسی سر زمین میں سستی اور دختر کشی کی رسم بھی جاری تھی مگر گورنمنٹ نے عورتوں پر رحم کھا کر ان کو موٹو فٹ کر دیا اگر گورنمنٹ اسی رسم سے کام لے کر عورتوں کی حق تلفی کی رسم بھی بند کر دے تو بڑی نیکی کا کام کرے۔ امید ہے ہمارے صاحبِ رموز بھائی جن کو حقوقِ نسواں کا پاس ہو اس بات کو ذہن نشین رکھیں گے اور کوشش کریں گے کہ عورتوں کو محروم الارث رکھنے کا رواج قانوناً ختم ہو جائے اور جب تک بند بھوان کو حصولِ حقوق میں سہولتیں نہ پہنچائی

خاتونِ محترمہ! اگر آپ کو اس مسئلہ کی تفصیل سے آگاہی چاہیے تو براہ کرم اس خط کو اپنے عزیزوں کو بھیجیں تاکہ وہ بھی اس مسئلہ سے آگاہ ہو سکیں۔

اسلامی قانون وراثت کے موٹے موٹے اصول

چونکہ پختہ آباد میں ۱۵۹ فیصد مسیحی مسلمان اسلامی قانون سے ناواقف ہیں اس لئے اس دقیق مسئلہ کے موئے موئے اصول بیان کروئے جاتے ہیں تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے کہ شرعاً کیا ہے۔

لاگوں کو کفن کا خرچ نکال کر قرض اٹار کر اور باقی میں سے ایک تہائی مال تک حدیث
پوری کر کے ترکہ تقسیم کرنا چاہئے۔ (اولاد کے حق میں بلا رضا مندی دیگر وارثانہ وصیت لگانا ہرگز
(۲) پہلے ماں باپ اور خاوند یا بیوی کا حصہ نکال کر باقی ترکہ اولاد میں تقسیم کیا جاتا ہے
۱۲ مرلے والے کے قریبی رشتہ دار کے ہوتے تو ور کے رشتہ دار کو کچھ نہیں ملتا اور فیض
کے عین مطابق ہے مثلاً ماں کے ہوتے نانی محروم رہتی ہے اور اولاد کے ہوتے اولاد کی
اولاد کو نہیں ملے سکتی۔

(۴) چونکہ مرگ و موت برقعہ تافضیلت حاصل ہے اس لئے ایک مرد کو دو عورتوں کے بارہ حصہ ملتا ہے مثلاً میت کی دو بیٹیوں کو جتنا حصہ ملے گا انسانی اسکے بیٹے کو ملے گا۔ جب بیٹا یا پوتا کوئی نہ ہو مگر ایک بیٹی یا پوتی ہو تو اسکو نصف اور اگر زیادہ ہوں تو سب مال کی دو تہائی میں شریک ہوگی۔

۱۵۱) سونے والے کی اولاد نہ ہو تو بیوی کو زکر کی چوٹھالی اور اگر بہنو آفتواں حصہ ملتا ہے اور اسے بطرح غلو بہر کو زوج کے ترکہ میں سے نصف اور چارم۔

لہذا اگر میت کی اولاد ہو رہے ہیں یا بیٹی یا پوتہ یا پوتی وغیرہ تو ماں باپ کو مال مشرک کہنا چھٹا
چھٹا حصہ ملتا ہے اور اگر نہ ہو تو پھر اس سے زیادہ وافر شرح انیس وارثین کو معلوم ہو سکتی ہے
(۱) اسکے سوا بیٹے بھائی بہن صرف اس صورت میں حقدار نہیں جب میت کا باپ دادا
زندہ نہ ہو اور نہ بیٹا پوتا ہو یاں اگر صرف بیٹیاں یا پوتیاں ہوں تو ان کا حصہ دو تہائی کا احوال
کے باقی بہن بھائی کے ساتھ ہیں اور مادری بہن کے لئے ایک تہائی ہے جبکہ میت کے
بیٹے پوتے کی بھی اولاد نہ ہو

۸۶ حیب اس قسم کے وارث جمع ہو جائیں جن کو مقررہ حصے دیکر کچھ مال بڑھ جائے تو وہ باقی مال سوائے شہر یا دیوبی کے انہی میں ان کے حصص کے موافق تقسیم کر دیا

جائیگا اور اگر مقررہ حصوں کے وارثین بڑھ جائیں اور اگر پورا حصہ دینے کا تحمل نہ ہو
تو ہر ایک حصہ اس کے حصے کے موافق گھٹا دیا جائیگا شرعی اصطلاح میں اسکو ہر
اور اسکو عول کہتے ہیں پورا بیان کتب علم الفرائض سے معلوم ہو سکتا ہے۔
(۹) شریعت میں ہمدی اور دوہیدہ اگر وہ جائداد ایک ہی حیثیت رکھتی ہے جس شخص کے
قبضہ میں از رو سے شریعت کوئی حصہ ہو وہ اس کے بیع و ہب کا مختار ہوتا ہے۔
(۱۰) بیٹے بنانا از رو سے شریعت ناجائز ہے کیونکہ اس سے دیگر حقداروں کو نقصان
پہنچتا ہے۔

عورت کا حق مارنے کی دنیا میں سزا

مجھے اس میں عین یقین ہے کہ جو شخص یا اشخاص کسی عورت کا حق وراثت ظلم سے محض کر لیں تو اس کا بدلہ دنیا میں بھی مل کر رہتا ہے میرے گرو و پیش کشی واقعات میں جن میں عورت کو جبراً اسکے والدین و اقربائے ترکہ سے محروم کیا گیا ہے اس کے زخم ٹوڑ دہل سے آہ نکلی۔ جو غاصبوں کے گھر پر نکلی بکری اور اسے چند سالوں میں خاک کر دیا جن غلاموں کے سازش کر کے چار دیو کو محروم اللہ کی نعمت کیا تو ان کا چند سالوں میں خاندان ہمو گیا۔ انہوں نے عورت کو محروم تو اس نعمت سے کیا تھا کہ ہم مردوں میں مال لے کر اپنے لڑکوں اور پوتوں کو دیکھ کر افسوس نہ کرے۔ مگر وہ نے جسے پوتے ان کے غیب رہی نہ کئے اور ان کا مال دوسروں کے کام آیا لاحق پھینکا ہوا مال ایسا زہر قاتل ہے جو غاصب ہی کا نہیں بلکہ اس کی نسل کا خاتمہ کر دیتا ہے اور جو اس سے خلافت ان میں اتفاق و فساد و بھیدتا ہے وہ طریق برائی

نجاتی میں یہ مثل مشہور ہے کہ اوتیریاں دامالی نہیں پھلے یعنی جس کے لئے کھانا ہو اس کا ترکہ جن کے قبضے میں آئے ان کو نفع نہیں دیتا یقیناً اس سے نفع نہیں کہ وہ غلبہ سے غفلت شریعت حاصل کیا ہوتا ہے اور بالی حرام کا جو انجام ہے وہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ مال حرام ہو و بچائے حرام رفت

آغا گل کی خلاف شریعت گواہی

مشر سلطان علی المشورہ آغا گل پر قسمی سے ان لوگوں میں سے ہیں جو صحابہ کرام سے دشمنی کا یہ سبب بتاتے ہیں کہ انہوں نے حضرت فاطمہ کا شرعی حصہ نہ دیا حالانکہ حسب حدیث کائنات و لا نورث انبیاء کا ذکر عام وارثین میں تقسیم نہیں ہوتا بلکہ بطور مال وقف جمیع امت کے نفع کے لئے ہوتا ہے مگر صحابہ کرام پر ناحق کے نکتہ چیں آغا گل صاحب بڑے دھڑلے سے عدالت لہانہ میں بیان دیتے ہیں کہ ہم دشمنان کو حصہ نہیں دیتے بلکہ ہم پادشاهوں کو بھی عروم الارث کر دیں چنانچہ اس خلاف شریعت حصہ بے حقوق کو اپنے اعمال سے ثابت کرتے ہیں کہ میری بین ہمیشہ گمان کو کچھ نہیں ملا اور میں نے اپنے بیٹے کو عروم الارث کیا ہے اس وجہ سے دہلی اور شریعتی سے خلاف شریعت عمل کرنے والوں کو بزرگان دین کے منہ آنے سے کچھ تو شرمناک چاہئے نیز ان شکیوں کو بھی جو ایسے رواجی لوگوں کو ایذا اور سلطان القلم مانیں۔

ہے خلود ناری ان کے لبوں پر عید

بعثت مستم ارسل سے پیشتر اس دہر میں
زیر دستوں کے ابھرنے کی نہ تھی کوئی سبیل
حق ایتام دایا مے غاصبوں کی نذر تھے
ترک مورث سے ان کو تھی نہ ملتی اک بھی کھیل
بازوؤں میں زور رکھنے والے ہی حق دار تھے
تھا اصول ان کا کہ کمزوری ہے حرام کی دلیل
جب تھے کمزور اس طرح آنا جگہ ظلم و جور
آگیا ان کی مدد کو مرسلا رب جلیل
آم و بہت و زو حجب و جہدہ کو بھی وارث کیا
ابن دین و زور و جہد کے ساتھ ہاظر جمیل

جاہلیت کے رواج ناسر سب اٹھ گئے
ہو گئی جاری شریعت ہر جگہ بے قال و قیل
ماسوا پنجاب کے اس وقت بھی ہر ملک میں
تا بیع شرع میں ہیں سب سلمان اے خلیل
ہم شریعت کے نہیں بلکہ ہیں پابند رواج
کہلو الیقا ہے ان سے اس جگہ مال قلیل
غیرت و شرم و حیا و دین و ایساں کر چکے
غرق یہ پنجاب میں افسوس از حرم جہیز

ہے رواج ان کا سراسر ظلم پرور عدل سوز
اس پر نازاں ہیں مگر یہ جاہلان بے دلیل
مال اور اولاد سے سب خیر و برکت اٹھ گئی وہ
اس پر بھی تو یہ نہیں کرتے یہ مردوں دلیل
ہے خلود ناری ان کے لئے بین و عید
پھر بھی یہ بنے نہیں پابند شرع بے عدیل
رکھ رواج بد کی زد سے شرع کو یارب موصول
بیسے کعبہ کو رکھا از حملہ اصحاب فیل

آمد و خرچ

اخیر گشت ۱۹۲۵ء تک دہلی بھیت - مزید آمد تا اخیر نو مہر معین میزان
مقدور خرچ ہر سالہ عقد ام کلثوم رضی اللہ عنہا باقی لیٹے رسالہ ہذا کے اخراجات و ممبر کے
حساب میں محسوب ہوئے خانصاحب شیر محمد صاحب کے بیٹوں سے منہ بھی
قابل وصول ہیں غلام و شہید نامی خازن

اغراض و مقاصد دائرہ

مسلمانوں کو اتفاق و اتحاد کی تلقین اور غیر اسلامی رسم و رواج کی بیخ کنی کرنا اور بزرگان
دین کی عظمت کا سکھ بٹھانا۔

عورتوں کی داورسی کی طرف قدم

خدا کا شکر ہے کہ چاہے میں کون تو کی داورسی منع ہو گی ہے چنانچہ حال ہی میں موضع
بہرہ کے قلعہ کو جو راولپنڈی کے قریب ہے اور جس کی ملکیت ایک شخصیت کے تھیں جس نے
پہلے مسٹر جسٹس اور بعد میں مسٹر جسٹس کے طور پر کام کیا صاحب بھان کے مرحوم کی بیوی
کے حق میں کیا ہے اور مرحوم کے اداکاران ہاؤس کے لئے تھے ان کا حق وراثت تسلیم نہیں کیا گیا
مسلمان یہ سن کر بھی ہلاک ہو گئے کہ پیر علی شریف عالم شاہ صاحب کو یہ تسلیم نہ کیا گیا
پیر علی صاحب نے اپنے چچا پیر حیدر شاہ صاحب مرحوم کی بیویوں کے نام بیٹیوں اور ان کی
ملکیت کا اندراج کا خدمات سرکاری میں کرنا دیا ہے نیز ان کے خیر خواہان

پیر عبدالقدیر شاہ صاحب بی پوری نے جو اس جماعت سے تعلق رکھتے ہیں جو پیر صاحب
جو نے کی دعوے دار ہے حج پر جائزہ پہلے اپنی بیویوں کے حقوق وراثت ادا کرنا کی وصیت
کی تھی جس پر مولوی عبدالواحد صاحب امام مسجد پٹنہ لاہور گواہ ہیں۔ ہم منتظر ہیں کہ عدالت
مذکورہ کا فیصلہ دیتے ہیں۔

نیا دہلی نامی انجمن نعمانیہ لاہور کا ممنون ہے جنہوں نے میری آواز پر لکھ
کئے ہوئے اپنے رسالہ کے انجمن میں بعنوان شریعتی میراث وغیرہ شائع کیا ہے جن سے مسلمانوں
کو پابند شریعت بنایا جا سکتا ہے۔

عزیز علی ظفر حسین صاحب کی زبانی مجھے رتھ پیر میں مولویم ہوا کہ مجلس انجمن حمایت اسلام
لاہور میں ۲۰ دسمبر کو مولوی راشدہ خیر کی تقریر حقوق منیاں کے بعد مسلمانوں کو عورتوں کے
حقوق وراثت دینے پر دلچسپ تقریریں ہوئیں۔ مرحلہ محمد شفیع صاحب بیرسٹر اٹل لال نے کہا کہ
مذکورہ کی وراثت کے خلاف کوئی بحث قابل سماعت نہیں کیونکہ ان کا حق از روئے قرآن
سلم اور اس کا منکر قطعی و وزنی ہے۔ پھر انہوں نے بیان کیا کہ میری چھ بیویاں اور بیویاں
کو حصہ ملا اور میں نے اپنی بیویوں کے لئے بھی وصیت کر دی ہے ہم انجمن مذکورہ کے بھی
اس بارے میں ممنون ہیں اور اس کے عملی کام پر فرید شکر یہ ادا کریں گے۔

خاکسار نامی علی علیہ